ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان
11
ذوالحجہ 1433ھ —— نومبر 2012ء

جب تک کہ غیرِ حق کی یونہی بندگی ہے دوست
یہ زندگی بھی میری کوئی زندگی ہے دوست

اغلباً محرم ۱۳۲۵ھ دسمبر ۱۹۴۵ء کا واقعہ ہے۔ مولوی مظہر علی کے حلقۂ انتخاب میں تقریر کے لیے میں لاہور سے ڈسکہ جا رہا تھا اور شورش کاشمیریؒ میرے ساتھ تھا۔ لاری جا رہی تھی تو میں نے اُسے مخاطب کر کے کہا: ''شورش! اس زندگی کا بھی کچھ فائدہ ہے جو کفر کے قانون کے ماتحت بسر ہو رہی ہے۔''

(امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ 28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
★ درجہ متوسطہ سے درجہ مشکوٰۃ شریف تک داخلے ★ دارالافتاء کا قیام
★ صرف ونحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء ★ قیام وطعام، وظیفہ اور علاج کی سہولت
★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر وتحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت
★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

• وسیع بیسمنٹ ہال • دارالقرآن • دارالحدیث • دارالمطالعہ اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جا رہی ہے۔
تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (20,00,000) بیس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے
تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (1,00,00,000) ایک کروڑ روپے
صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد وسامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ وعشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

ترسیل زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان
بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

الداعی الی الخیر ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 23 شمارہ 11 ذوالحجہ 1433ھ — نومبر 2012ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

ترتیب

دل کی بات:	تحفظِ ختمِ نبوت کا محاذ اور میڈیا وار	عبداللطیف خالد چیمہ	2
افتاء:	الاقامہ	مولانا مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ	5
دین و دانش	آیت تطہیر اور امامت سیدنا علی المرتضیٰ	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	7
افکار:	اسلام، پاکستان اور اقلیتیں	سہیل باوا (لندن)	16
〃	اک اور ہنگامہ	عبداللہ خالد قاسمی خیر آبادی	18
〃	ملالہ، قومی ہیرو یا ملت کی مجرم؟	محمد احمد حافظ	21
〃	مغرب کی تنگ نظری	محمد متین خالد	23
〃	اے نوجوانِ مسلم	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	27
آپ بیتی:	ورق ورق زندگی (قسط: ۱۸)	پروفیسر خالد شبیر احمد	29
مطالعۂ قادیانیت:	میں نے قادیانیت کیوں ترک کی	قاری محمد آصف	38
〃	چند تأثرات		
گوشۂ خاص:	سید عطاء المحسن بخاری..... اک ضربِ کلیمانہ	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	44
〃	حرم کے فٹ پاتھ پر میں اور ذوالکفل	سلیم کوثر	47
〃	پروفیسر سید محمد ذوالکفل بخاری شہید کی یاد میں	حبیب الرحمٰن بٹالوی	51
شاعری:	شہر آشوب	پروفیسر خالد شبیر احمد	52
〃	مسلمان اٹھ	مولانا احسن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ	53
〃	رنگِ سخن	پروفیسر محمد اکرام تائب	54
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	صبیح ہمدانی	55
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	59
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62

نگرانِ اعلیٰ ——
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی ——
حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری ابنِ امیرِ شریعت دامت برکاتہم

مدیر مسئول ——
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے تحریر ——
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین ——
محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن نمبر ——
محمد یوسف شاد 0300-7345096

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک —— -/200 روپے
بیرون ملک —— -/1500 روپے
فی شمارہ —— -/20 روپے

رابطہ

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

تحریک تحفظ ختم [illegible] مجلس احرار اسلام [illegible]

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: [illegible]

Dar-e-Bani Hashim Mehrban Colony Multan Pakistan

[illegible]

دل کی بات — اداریہ

تحفظِ ختمِ نبوت کا محاذ اور میڈیا وار

عبداللطیف خالد چیمہ

دنیا میں لمحہ بہ لمحہ بدلنے والی صورت حال نے اجتماعی دینی کام کرنے والے افراد و جماعتوں کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ تازہ ایشوز پر پوری اور تازہ دم نظر رکھیں۔ حالیہ تحریکِ تحفظِ ناموسِ رسالت نے جب دنیا کے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور دنیا بھر کے مسلمان بلاتفریقِ مسلک و مشرب گستاخ پادریوں کے خلاف یک زبان ہو گئے تو ملالہ کا ''ملال'' کرنے والوں نے اپنا کام بلکہ وار کیا۔

یہیں سے تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کا آفاقی کام کرنے والوں کو صورتِ حال کا اندازہ کر لینا چاہیے۔ پرنٹ میڈیا پر پہلے جیسی صورت حال نہیں۔ خصوصاً انگلش اخبارات دین دشمنوں سیکولر لابیوں اور قادیانیوں کے حمایتی نظر آتے ہیں۔ ٹی وی چینلز پر عالمی ہدایات، حکومتی پالیسیاں اور دجّال کے خزانوں کا پیسہ کام کر رہا ہے۔ سوشل میڈیا (سماجی رابطے کی ویب سائٹس) پر کچھ نوجوان سرگرم ہیں۔ جنھوں نے تحفظِ ختمِ نبوت کے محاذ کو بھی سنبھالا ہوا ہے۔ قادیانی فتنہ ملک و ملّت کے خلاف نبرد آزما ہے کہیں کھل اور کہیں پس منظر میں۔

گزشتہ دنوں راقم السطور سمیت کئی دوستوں کو قادیانی جماعت کی طرف سے دھمکی آمیز ایس ایم ایس موصول ہوئے، قادیانی یاد رکھیں کہ عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کی جدوجہد کو ہر سطح پر منظّم کرنا ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ارشادِ گرامی کے مطابق موت انسان کی سب سے بڑی محافظ ہے۔ یہ جہدِ مسلسل جاری ہے اور انشاء اللہ جاری و ساری رہے گی۔

کارکنانِ احرار اور قافلۂ تحفظِ ختمِ نبوت سے ہمیں یہ کہنا ہے کہ قدم نہ ڈگمگائیں اور آخری فتح ہماری ہے۔ ان شاء اللہ۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان نے ملک بھر میں دروسِ ختمِ نبوت کا سلسلہ جاری کر دیا ہے جس کا آغاز چند روز پیشتر جماعت کے شعبہ تبلیغ کے ناظم اور خطیب جامع مسجد احرار چناب نگر مولانا محمد مغیرہ نے لاہور سے کر دیا ہے۔ ہم چاہیں گے کہ اس محاذ کے افراد و جماعتیں باہمی تعاون سے پرنٹ میڈیا الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا سمیت تمام محاذوں پر اشتراکِ عمل پیدا کریں۔

ملالہ پر حملہ پس منظر......پیش منظر:

۹ر اکتوبر کو مینگورہ (سوات) میں سکول سے واپس جانے والی ایک بس پر حملہ ہوا اور ملالہ، شازیہ اور کائنات تین دُخترانِ وطن زخمی ہوئیں۔ ''ملالہ'' اِن میں زیادہ زخمی ہوئی، فوری اخباری رپورٹس میں تحریکِ طالبان کو اس حملے کا ذمّہ دار ٹھہرایا گیا جس سے ایسا لگا جیسے حملہ آوروں نے گولی چلانے کے فوراً بعد طالبان سے اپنی وابستگی کا خود اعلان فرمادیا ہے۔

شازیہ اور کائنات بھی وطن کی بیٹیاں ہیں اُن کے نام اخبارات سے ڈھونڈنے پڑے۔ ملالہ پر حملہ کیوں ہوا؟ لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ ایک ایسے وقت میں حملہ آوروں نے حملہ کیا جب پوری قوم بلکہ پوری اُمّتِ مسلمہ امریکہ اوراس کے ہم نوا شیاطین کی طرف سے اسلام، قرآن اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کے خلاف بیک آواز اور سراپا احتجاج تھی۔ میڈیا بلکہ زورآور میڈیا نے منصوبہ سازوں کی طے شدہ حکمتِ عملی کو زوردار طریقے سے آگے بڑھایا، اتنا اُچھالا کہ کچھ سوچنے اور پرکھنے کے مواقع ہی ختم ہوگئے۔ مذہبی جماعتوں سمیت تمام طبقات نے اس اندوہناک واقعے کی مذمّت کی لیکن میڈیا کے دباؤ کے پیشِ نظر تصویر کا ایک رُخ ہی نظر میں رہا۔

ملالہ یوسف زئی کو شہرت ۲۰۰۹ء کے سوات آپریشن سے قبل بی بی سی کے لیے لکھی گئی ڈائریوں سے ملی جو دراصل ''گل مکئی'' کے نام سے شائع اور نشر ہوئیں۔ ڈائریوں کا اصل رائٹر کون تھا اور کن مقاصد کے لیے لکھی گئیں؟ کچھ وقت تو لگے گا لیکن مطلع انشاء اللہ تعالیٰ صاف ہوجائے گا۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ امریکی صدر اور وزیرِ خارجہ کی براہِ راست مداخلت، عالمی دنیا کا شور اور برمنگھم کے کوئین الزبتھ ہسپتال میں علاج بہت سے خفیہ رازوں سے پردہ اٹھاتا ہے۔

میڈیا کے یک طرفہ دباؤ کے باوجود محترم قاضی حسین احمد اور جناب مولانا فضل الرحمٰن کے بیانات ابتدا ہی میں آگئے کہ: ''ملالہ پر حملے کی مذمت کا ہمیں کہنے والے ہی دراصل حملہ کے ذمہ دار ہیں۔'' ''ملالہ پر حملہ قابلِ مذّمت جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں معصوم بچیوں کا خون کیوں ارزاں کیا گیا'' ''کیا ڈرون حملوں میں شہید ہونے والے معصوم بچے انسان نہیں اور ان کا کیا جرم ہے۔''

۳۰ر اکتوبر ۲۰۰۶ء کو صبح پانچ بجے باجوڑ کے شینہ گئی گاؤں میں ایک مدرسے پر ڈرون حملہ کر کے ۸۲ معصوم طلباء کو شہید کیا گیا اُن کا کیا جُرم تھا؟ کیا جرم بے گُناہی ہی اُن کا جرم تھا۔ مجلس احرارِ اسلام اور تحریکِ تحفّظِ ختمِ نبوّت نے بھی اس حملے کو قابلِ مذمّت، قابلِ نفرت قرار دیا۔ لیکن سوال اپنی جگہ پر درست اور قائم ہے کہ دیگر دُخترانِ وطن کا کیا جرم ہے؟

ڈرون حملوں میں جو بے شمار ''ملالاؤں'' کو موت کے گھاٹ اتارا اور امریکی مفادات سے بندھے ہوؤں نے

جو چُپ سادھ رکھی کیا یہ بھی کوئی جرم ہے؟ اس سوال کا جواب تاریخ کے ذمّہ قرض ہے اور اس قرض کے ہم دعوے دار ہیں!

اس حملے کے بہت سے پہلوؤں پر گفتگو کی جاسکتی ہے۔ ایک بات واضح ہوکر سامنے آچکی ہے کہ ملالہ کی بیشتر ڈائریاں (جن کو بنیاد بنایا جارہا ہے) وہ ملالہ نے نہیں ملالہ کے والد ضیاء الدین یوسف زئی نے خود لکھی تھیں اور امریکی حکومت ملالہ کیس کو پاکستان سے اپنے عام حالات میں ناقابلِ قبول مطالبات منوانے کے لیے استعمال کرنے کا منصوبہ بنا چکی ہے۔

صدرِ مملکت آصف علی زرداری کا یہ بیان صورتِ حال کی تفہیم میں مدد دے رہا ہے جو انہوں نے اسلام آباد میں ''سیفما کانفرنس'' میں دیا کہ صدر زرداری نے دہشت گردوں کے خلاف فوری آپریشن کے امکان کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ: ''تاریخ کے سامنے جوابدہ ہوں۔ ''چین'' کے سوا کوئی مدد کے لیے تیار نہیں، قومی مفاہمت کے بغیر ملک میں کہیں بھی فوجی آپریشن نہیں ہوگا۔'' اِسی خطاب میں صاحبِ صدر نے ''سیفما'' کے دُم بریدہ سگان و شغالان کی جانب سے آپریشن کے مطالبے پر اُنہیں جس طرح مدارس کی تعداد اور اُن کے ممکنہ اتحاد سے ڈرایا وہ خاصا دل چسپ ہونے کے ساتھ ساتھ دینی طبقات کو اپنی نئی صف بندی اور حقیقی قوت و حقیقی کمزوری کا ادراک کرنے میں بہت ممدّ و معاون ہے۔

ہمارے خیال میں جوں جوں پراپیگنڈے کے بادل چھٹیں گے حقیقت آشکارا ہوتی چلی جائے گی۔ ملالہ کیس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ ہم میڈیا وار کے ایک خطرناک دور سے گزر رہے ہیں، دجّالی تہذیب و تمدّن کا مقابلہ کرنے کے لیے پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا پر قومی اور دینی حلقوں کو اپنا کردار ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اصل کام یعنی تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیے۔ بظاہر جنگ آخری مراحل میں داخل ہوچکی ہے اور مدتوں سے پردے اُٹھنے کی منتظر نگاہ اب لذّتِ نظارہ سے شاد کام ہونے ہی والی ہے۔ دینی قوتوں کو عارضی اور محدود سہاروں سے صرفِ نظر کرکے دیرپا نبوی حکمتِ عملی کی بنیاد پر ربط و مرابطت پیدا کرنے کے لیے سوچ بچار کے ساتھ صف بندی کرنے چاہیے کہ اس کے بغیر ہم اپنے اہداف و مقاصد کی طرف مناسب پیش قدمی نہیں کرسکتے۔

الافتاء

مولانا مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ

☆ وضو میں وِلا اور ہر عضو پر دعا:

سوال: وضو میں جلدی کرنا مستحب ہے یا نہیں؟ اگر مستحب ہے تو ہر عضو دھوتے وقت بسم اللہ، کلمۂ شہادت اور ہر عضو کے لیے مستقل ماثور دعا، ہر عضو دھونے کے بعد درود شریف، علاوہ ازیں دعا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ الخ کیسے پڑھ سکتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب: وضو اور غسل میں ولا سنت ہے، یعنی اتنی تاخیر نہ کرے کے معتدل ہوا میں دوسرا عضو دھونے سے قبل پہلا عضو خشک ہو جائے، اسی طرح مسح کے بعد اور تیمّم میں اتنی دیر کرنا کہ اس وقت اگر کوئی عضو دھویا ہوتا تو وہ خشک ہو جاتا خلافِ سنّت ہے۔ وِلا کی تعریف مذکور کے تحت اتنے وقت میں تو بہت کچھ پڑھ سکتا ہے، علاوہ ازیں کتب فقہ میں ان دعاؤں میں سے کوئی ایک پڑھنا مذکور ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللّٰھُمَ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ الخ کے سوا کوئی دعا بھی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، فضائل میں کسی ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے جواز کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اسے سنت نہ سمجھا جائے، اس زمانہ میں غلبۂ جہالت کی وجہ سے لوگ سنت سمجھنے لگتے ہیں، لہٰذا ایسے امور سے احتراز کرنا چاہیے۔

☆ اعضاءِ وضو کو تین بار سے زیادہ دھونا:

سوال: وضو میں بعض لوگ تین بار کہنی تک ہاتھ دھو کر پھر تین بار پانی بہاتے ہیں تو یہ چھے مرتبہ ہو گیا، وضو میں یہ فعل درست ہے یا مکروہ یا ناجائز اور اس طرح کرنا چھے مرتبہ سمجھا جائے گا یا تین مرتبہ۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب: اگر تین سے زائد اس اعتقاد سے دھو رہا ہے کہ یہ ثواب یا سنّت ہے تو مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر یہ اعتقاد نہیں مگر بدون کسی داعیہ کے کر رہا ہے تو عبث ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر کبھی ازالۂ شک اور طمانیت قلب کی خاطر تین سے زیادہ بار دھو لیا تو کوئی کراہت نہیں، البتہ مسجد اور مدرسہ کے وقف پانی سے تین بار سے زیادہ دھونا حرام ہے۔

☆ داڑھی کو برا سمجھنا کفر ہے:

سوال: سنتِ نبویہ خصوصاً داڑھی کا مذاق اڑانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب: کسی ادنیٰ سے ادنیٰ سنّت کو برا سمجھنا یا اس کا مذاق اڑانا درحقیقت اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ استہزاء ہے جس کے کفر ہونے میں کچھ شبہ نہیں، جب سنّت ہے استہزاء کفر ہے۔ داڑھی تو واجب ہے اور شعارِ اسلام ہے، ایک مشت سے کم کرنا بالا جماع حرام ہے۔ اس کا مذاق اڑانا بطریق اولیٰ کفر ہے، اسے دوبارہ مسلمان کر کے نکاح بھی دوبارہ کیا جائے۔ اگر دوبارہ اسلام قبول نہ کرے تو حاکم پر فرض ہے کہ اس کے قتل کا حکم دے۔

☆ قادیانیوں سے تعلقات رکھنے کا حکم:

سوال: ایک شخص صحیح العقیدہ ہے۔ صوم، صلوٰۃ وزکوٰۃ کا پابند ہے، لیکن اس کے دنیوی تعلقات قادیانی جماعت کے ساتھ ہیں۔ کیا ایسے شخص سے مسجد کے لیے چندہ لینا اور ایسے شخص سے تعلقات رکھنا جائز ہے، اور ایسے شخص کو خنزیر سے بدتر کہنا اور سمجھنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب: ایسا شخص جو صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے لیکن اس کے تعلقات قادیانی جماعت کے ساتھ ہیں اگر وہ دل سے بھی ان کو اچھا سمجھتا ہو تو وہ مرتد ہے اور بلا شبہ خنزیر سے بدتر ہے، اس سے تعلقات رکھنا ناجائز ہے، اگر وہ مسجد کے لیے چندہ دیتا ہے تو اسے وصول کرنا جائز نہیں۔ اور اگر وہ قادیانیوں کے عقائد سے متفق نہیں اور نہ ہی ان کو اچھا سمجھتا ہے، بلکہ صرف تجارت وغیرہ، دنیوی معاملات کی حد تک ان سے تعلق رکھتا ہے تو یہ شخص مرتد نہیں، البتہ بہت سخت مجرم اور فاسق ہے۔ قادیانی زندیق ہیں جن کا حکم عام مرتد سے بھی زیادہ سخت ہے، مرتد اور اس کا بیٹا اپنے مال کے مالک نہیں، لہٰذا ان کی بیع و شراء، اجارہ واستجارہ، ہبہ کا لین دین وغیرہ کوئی تصرف بھی صحیح نہیں، البتہ پوتے نے جو مال خود کمایا ہو وہ اس میں تصرف کر سکتا ہے، مگر زندیق کا پوتا بھی اپنے کمائے ہوئے مال کا مالک نہیں اور اس کے تصرفات نافذ نہیں، اس لیے قادیانی سے کسی ذریعہ سے بھی کوئی مال لیا تو وہ حلال نہیں۔ تجارت وغیرہ معاملات کے علاوہ بھی قادیانیوں کے ساتھ کسی قسم کا کوئی میل جول رکھنا جائز نہیں۔ اس میں یہ مفاسد ہیں:

۱۔ اس میں قادیانیوں کے ساتھ تعاون ہے

۲۔ اس قسم کے معاملات میں عوام قادیانیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھنے لگتے ہیں

۳۔ اس طرح قادیانیوں کو اپنا جال پھیلانے کے مواقع ملتے ہیں

اس لیے قادیانیوں سے لین دین اور دیگر ہر قسم کے معاملات میں قطع تعلق ضروری ہے، ان سے تعلقات رکھنے والا آدمی اگرچہ اُن کو بُرا سمجھتا ہو قابلِ ملامت ہے، ایسے شخص کو سمجھانا دوسرے مسلمانوں پر فرض ہے۔

☆☆☆

آیت تطہیر اور امامت سیدنا علی المرتضیٰؓ

قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا o (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)

ماسوا اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اے اہل بیت (نبوت) وہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔

تفسیر صافی ص ۴۰۵ پر بحوالہ تفسیر قمی امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت آنحضرتؐ، علی بن ابی طالبؓ، فاطمہؓ، امام حسنؓ اور حسینؓ کی شان میں نازل ہوئی اور یہ واقعہ جناب ام سلمہؓ آنحضرتؐ کی زوجہ محترمہ کے گھر میں ہوا۔ آنحضرتؐ نے حضرت علی وفاطمہ وحسن وحسین علیہم السلام کو بلایا اور ان پر اپنی چادر اوڑھا دی اور آپ خود بھی اس میں داخل ہوگئے۔ پھر فرمایا: اے میرے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت جن کے بارے میں تو نے میرے ساتھ وہ وعدہ کیا جو تو نے کیا۔ یا اللہ! تو ان سے رجس کو دور رکھ اور ان کو پاک رکھ جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔

اس پر ام سلمہؓ بولیں یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں شامل ہوسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: اے ام سلمہؓ! نہیں۔ خوش خبری ہو کہ تو نیکی پر ہے۔

اور امام حسین علیہ السلام کے پوتے حضرت زید بن علی زین العابدین فرماتے ہیں کہ:

''لوگوں کی اس سے بڑھ کر جہالت کیا ہوگی؟ کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ آیت تطہیر سے اللہ تعالیٰ نے ازواج رسول کی طہارت کا ارادہ کیا تھا۔ وہ جھوٹے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ازواج رسول کی طہارت کا ہوتا تو یوں فرماتا: ''لیذھب عنکن الرجس و یطھرکن تطھیراً'' اور یہ کلام مؤنث کے صیغوں سے ہوتا جیسا کہ سابق میں مؤنث کے صیغے استعمال کیے اور فرمایا: وقرن فی بیوتکن.............''

(القرآن المبین۔ تفسیر المتقین ص ۵۴۷ ترجمہ وتفسیر از امداد حسین کاظمی حمایت اہل بیت وقف لاہور)

سید فرمان دہلوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

اس پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے اور سنیوں اور شیعوں میں سے کوئی اس کا مخالف نہیں کہ اہل بیت رسول حضرت

علیؑ، جناب فاطمہ الزہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ یہ آیت ان ہی بزرگواروں کے بارے میں نازل ہوئی۔ مگر بعض حضرات اہل سنت کا خیال ہے کہ اس میں ازواج بھی شامل ہیں اور مدح وثناء اور اہل بیت میں داخل ہیں لیکن یہ خیال چند وجوہ سے بالکل غلط ہے۔

۱۔ اگر ازواج مقصود ہوتیں تو جس طرح ماقبل ومابعد کی آیت میں ضمیر جمع مؤنث حاضر تھی اس میں بھی باقی رہتی بلکہ اگر

۲۔ اس آیت کو درمیان سے نکال لو اور ماقبل ومابعد کو ملا کر پڑھو تو کوئی خرابی نہیں ہوتی بلکہ اور ربط بڑھ جاتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس مقام کی نہیں بلکہ خواہ مخواہ کسی خاص غرض سے داخل کی گئی ہے۔

۳۔ اگر ازواج نبی بھی شامل ہوتیں تو ان کی تعداد نو تھی اور ان حضرات کی چار۔ ان میں بھی ایک عورت ہی ہیں پس مجموعاً تیرہ ہوئے۔ دس عورتیں اور تین مرد۔ پھر بھی غلبہ عورتوں ہی کا رہا۔ اس حالت میں بھی ضمیر وصیغہ مؤنث ہی لانا ضروری تھا نہ مذکر۔

۴۔ زید بن ارقم کا قول ہے کہ ازواج اہل بیت نہیں ہیں کیونکہ یہ تو آج ہیں کل طلاق دی، الگ ہوئیں۔ بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جن پر خدا نے صدقہ حرام کیا ہے۔

۵۔ اگر ازواج بھی شامل ہوتیں تو جس وقت حضرت ام سلمہؓ نے جن کے گھر میں یہ آیت نازل ہوئی اور وہ خود نہایت ممدوح اور پکی ایمان دار بیوی تھیں جب چادر کا کونہ اٹھا کر ان میں داخل ہونا چاہا تو حضرت رسولؐ نے کونہ ہاتھ سے کھینچ لیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ تم نیکی پر ہو مگر اہل بیت میں شامل نہیں۔ بلکہ ازواج میں ہو...... اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد مدتوں ہر نماز کے وقت حضرت رسول، حضرت علیؑ کے مکان کے پاس آتے تو چوکھٹ تھام کر فرماتے ''**السلام علیکم اهل البیت**'' دیکھو

(تفسیر درمنثور ملا جلال الدین سیوطی جلد ۵ ص ۱۹۸۔۱۹۹)

(القرآن الحکیم ترجمہ وتفسیر از سید فرمان علی ص ۵۰۵، ۵۵۰، ۵۶۰۔ مطبوعہ چاند کمپنی کشمیری بازار لاہور)

مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

اس آیت سے پہلے اور بعد میں دونوں جگہ **نسآء النبی** کے عنوان سے خطاب اور ان کے لیے صیغے مؤنث کے استعمال فرمائے گئے ہیں۔ سابقہ آیات میں ''**فلا تخضعن بالقول**'' سے آخر تک سب صیغے جمع مؤنث کے استعمال ہوئے ہیں اور آگے پھر ''**واذکرن ما یتلٰی**'' میں بصیغۂ تانیث خطاب ہوا ہے۔ اس درمیانی آیت کو سیاق وسباق سے کاٹ کر بصیغہ مذکر ''**عنکم**'' اور ''**یطھرکم**'' فرمانا بھی اس پر شاہد قوی ہے کہ اس میں صرف ازواج ہی داخل نہیں کچھ رجال بھی ہیں۔ (معارف القران جلد ۷ ص ۱۴۰ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی ۱۴)

اہل تشیع آیت تطہیر سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ:

یہ آیت حضرات علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ آیت ان کی عصمت پر دلالت کرتی ہے۔ یہ چاروں معصوم ہیں اور امامت میں عصمت شرط ہے لہٰذا معصوم ہی امام بن سکتا ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اہل تشیع کے دونوں دعوے باطل ہیں کہ یہ آیت آل کساء کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اس سے ان کے مزعومہ ائمہ کی عصمت ثابت ہوتی ہے اہل تشیع نے قرآن کریم میں لفظی ومعنوی تحریفات کی جو زبردست مہم چلا رکھی ہے اس کی ایک اہم اور نمایاں مثال زیر بحث آیت بھی ہے جس کے سیاق وسباق کو نظر انداز کر کے اور اس کا بھی صرف ایک ٹکڑا لے کر تفسیری فریب دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۃ احزاب کا چوتھا رکوع (آیات ۲۸ تا ۳۴) ازواج مطہرات کے بارے میں نازل فرمایا ہے۔ اس رکوع میں امہات المؤمنین کے لئے آداب، احکام، ان کے فرائض اور ان کے شرف وفضل کو بیان کیا گیا ہے۔ آیت نمبر ۳۳ میں اہل البیت اور تطہیر کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جس کی بناء پر اسے آیت تطہیر کا نام دے دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ پوری آیت نہیں ہے۔ آیت کے آخری حصے کو علیحدہ فرض کر کے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس کا ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ چارتن اور آل کساء کی شان میں نازل ہوا ہے اور اہل البیت سے یہی حضرات مراد ہیں۔

نیز یہ حصہ غیر مربوط اور کسی دوسرے مقام کا ہے جسے قرآن میں تحریف کر کے خود غرضی کی وجہ سے یہاں جوڑ دیا گیا ہے۔ اگر اس آیت کو درمیان سے نکال کر ماقبل ومابعد کو ملا کر پڑھا جائے تو ربط اور بڑھ جاتا ہے۔

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ شیعہ مترجم سید فرمان علی کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

قرآن کریم کی اس نص قطعی سے ثابت ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات اہل بیت بھی ہیں اور فیصلہ خداوندی کے مطابق پاک اور مطہر بھی۔

مترجم اور ان کے ہم عقیدہ لوگوں کو اہل بیت سے عداوت اور اللہ تعالیٰ کے اس قطعی فیصلہ سے انحراف ہے۔ وہ اس آیت کی کوئی ایسی تاویل بھی نہیں کر سکتے جس کے ذریعے آیت تطہیر کا روئے سخن ازواج مطہرات سے ہٹا کر کسی اور کی طرف پھیرا جا سکے۔ اس لئے کہ ماقبل ومابعد میں خطاب ازواج مطہرات ہی سے چلا آرہا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ درمیان کا ٹکڑا کسی اور سے متعلق قرار دے دیا جائے۔

جناب مترجم نے اس مشکل کا حل یہ نکالا ہے کہ یہاں قرآن میں تحریف کر دی گئی ہے۔ آیت کا یہ ٹکڑا کسی اور جگہ

کا تھا جسے (نعوذ باللہ) خود غرضی کی وجہ سے یہاں جڑ دیا گیا ہے۔

(شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم ص ۴۸۷ مکتبہ بینات علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ سورۃ احزاب کا چوتھا رکوع کل سات آیات پر مشتمل ہے اور اول سے آخر تک ازواج مطہرات ہی کے بارے میں ہے۔ ان (۲۸ تا ۳۴) سات آیتوں میں ازواج مطہرات کے لئے ستائیس مرتبہ مؤنث کے صیغے اور ضمیریں استعمال ہوئیں، دو مرتبہ ''یٰنسآء النبی'' اور ایک مرتبہ ''قل لازواجک'' کہا گیا تو اس طرح اس رکوع میں کل تیس مرتبہ بتکرار مؤنث کے صیغے استعمال ہوئے۔

اس کے برعکس پورے رکوع میں صرف دو مرتبہ مذکر کی ضمیریں (عنکم ، یطھرکم) استعمال ہوئیں اہل تشیع نے تو قصداً مذکر کی ضمیروں کے استعمال سے استدلال کرتے ہوئے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو ''اہل بیت'' کا مصداق ٹھہرایا جب کہ ان کا یہ استدلال بالکل لغو اور باطل ہے۔ کلام عرب میں اگر مخاطب صرف عورتیں ہوں تو اظہار عظمت یا اظہار محبت کے طور پر مذکر کے صیغے استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں ''عنکم'' اور ''لیطھرکم'' میں جو جمع مذکر کی ضمیریں آئی ہیں تو وہ محض لفظ ''اھل'' کی رعایت سے آئی ہیں ''اھل'' چونکہ مذکر ہے اس لیے اس کی رعایت سے ہمیشہ مذکر کا صیغہ ہی لانا پڑے گا۔

چنانچہ قرآن مجید، حدیث اور کلام عرب میں جہاں بھی لفظ ''اھل'' استعمال ہوا ہے تو وہاں جمع مذکر ہی کی ضمیریں یا صیغہ لایا گیا ہے۔ خواہ مخاطب واحد ہو، تثنیہ ہو، جمع ہو، مذکر ہو یا مؤنث ہو لفظ ''اھل'' کی رعایت سے ہمیشہ جمع مذکر ہی کی ضمیر یا صیغہ استعمال ہوگا۔

لفظ ''اھل'' کی رعایت سے مذکر کے صیغوں کے استعمال کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱. وَهَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی اِذْ رَاٰنَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا (طٰہٰ ۹۔۱۰)

یہاں اھل سے مراد حضرت موسیٰؑ کی بیوی ہے لیکن ان کے لیے ''امکثوا'' جمع مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

۲. اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ (النمل آیت ۷)

یہاں بھی لفظ ''اھل'' کی رعایت سے تین بار ''سَاٰتِیْكُمْ ،اَوْ اٰتِیْكُمْ ، تصطلون'' مذکر کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔

۳. قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ (القصص آیت ۲۹)

اس آیت میں بھی ''اھل'' کی رعایت سے خود حضرت موسیٰؑ کی زبان سے ان کی بیوی کے لیے جمع مذکر کے تین صیغے ''امکثوا، اٰتیکم، تصطلون'' آئے ہیں۔

۴۔ قَالُوْا اَتَعجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ (سورہ ھود۔آیت ۷۳)

اس آیت میں فرشتے حضرت ابراہیمؑ کی بیوی سیدہ سارہ سے مخاطب ہیں اور واحد مؤنث حاضر کے صیغے سے مخاطب کر کے کہتے ہیں ''اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ'' کیا تو اللہ کے حکم میں تعجب کرتی ہے؟ لیکن اس کے ساتھ ہی اس جملے میں جب لفظ ''اھل بیت'' سے مخاطب کرتے ہیں تو اسی وقت صیغہ بدل جاتا ہے ''رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ''۔ عَلَیْکِ نہیں فرمایا بلکہ مؤنث کے لیے لفظ ''اھل'' کی وجہ سے جمع مذکر کی ضمیر ہی استعمال کی ہے۔

۵۔ فَقَالَتْ ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی اَھْلِ بَیْتٍ یَّکْفُلُوْنَہٗ لَکُمْ وَھُمْ لَہٗ نَاصِحُوْنَo (القصص آیت ۱۲)

اس آیت میں اہل بیت سے عمران کی بیوی (ام موسیٰ) مراد ہیں لیکن ان کے لیے ''اھــــل'' کی رعایت سے ''یکفلون ، ھم'' جمع مذکر کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًاo (الاحزاب آیت ۳۳)

اسی طرح زیر بحث آیت میں بھی ''اہل بیت'' سے مراد ازواج مطہرات ہیں لیکن لفظ ''اھــل'' کی رعایت سے ''عنکم ، یطھّرکم'' جمع مذکر کے صیغے سے مخاطب کیا گیا ہے۔

۷۔ قرآن مجید میں تو ''اھل'' کے ذکر کے بغیر بھی مؤنث کے لیے جمع مذکر کا صیغہ آیا ہے۔ ''اِنَّکِ کُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِیْنَo'' اس آیت میں ''خاطئین'' جمع مذکر ہے جو زلیخا کے لیے استعمال ہوا ہے۔

۸۔ آنحضرتؐ سیدہ زینب بنت جحشؓ کے ساتھ شادی کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے گھر تشریف لائے تو فرمایا:
''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ فَقَالَتْ وَعَلَیْکَ السَّلَام'' (صحیح بخاری۔کتاب التفسیر جلد دوم ص ۸۹۲)

اس حدیث میں بھی ''اھل'' کی رعایت سے جمع مذکر کا صیغہ آیا ہے۔

۹۔ جب بعض ازواج نے نبی اکرمؐ سے دریافت کیا کہ ہم میں سے آپؐ کی رحلت کے بعد سب سے پہلے کون سی زوجہ آپؐ سے ملے گی؟ تو آپؐ نے فرمایا جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔ ''فاخذوا قصبۃ یذرعونھا'' تو انہوں نے ایک لکڑی سے اپنے ہاتھوں کو ناپنا شروع کر دیا۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۱۹۱)

یہاں بھی بغیر لفظ ''اھل'' کے جمع مذکر کے صیغے ''فاخذوا ، یذرعون'' استعمال ہوئے ہیں حالانکہ ''اخذن ، یذرعن'' ہونا چاہیے تھا بلکہ اسی حدیث میں ان ازواج مطہراتؓ نے سوال میں بھی ''ایّتنا'' کے بجائے ''ایّنا'' کہا ہے۔

۱۰۔امام شافعی کی طرف منسوب اشعار:

یا اھل بیت رسول اللّٰہ حبّکم فرض مّن اللّٰہ فی القراٰن انزلہ

کفاکم من عظیم القدر انّکم من لم یصلّ علیکم لاصلوٰۃ لہ

ترجمہ: ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے جس کو اللہ نے قرآن میں نازل کیا ہے۔تمہاری عظمتِ قدر کے لیے یہی کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔''

یہاں بھی لفظ ''اھل'' کی رعایت سے جمع مذکر کی ضمیر چار مرتبہ آئی ہے۔

الغرض قرآن مجید، حدیث اور کلام عرب سے پیش کردہ مذکورہ بالا ناقابل تردید دلائل سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ عورتوں کو اظہارِ عظمت ومحبت کے طور پر لفظ ''اھل'' کے بغیر بھی مذکر کے صیغے سے مخاطب کیا جاسکتا ہے۔لیکن جہاں لفظ ''اھل'' ہوگا تو وہاں اس کی رعایت سے ہمیشہ جمع مذکر ہی کا صیغہ آئے گا خواہ مخاطب واحد ہو، تثنیہ ہو، جمع ہو، مذکر ہو یا مؤنث ہو۔

نیز اس تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ ''اہل بیت'' کی ترکیب پورے قرآن مجید میں تین مرتبہ آئی ہے اور تینوں مقامات پر مخاطب عورتیں ہی ہیں اور ان مواقع پر بھی لفظ ''اھـــل'' کی رعایت سے جمع مذکر کے صیغے آئے ہیں۔اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی ہے کہ اصطلاح ''اہل بیت'' کی حقیقی مصداق از روئے قرآن صرف ازواج مطہراتؓ ہی ہیں۔

اہل تشیع نے ازواج مطہرات کو آیت تطہیر سے خارج کرنے کے لیے اہل بیت کو صرف چار تن میں محدود کیا پھر بعد میں ان نو افراد کو بھی شامل کرلیا جو بیسیوں برس بعد پیدا ہوئے۔ان میں ایک ایسی شخصیت بھی شامل ہے جو بقول ان کے ۲۵۶ھ میں پیدا ہوئی اور ۲۶۱ھ میں بعمر پانچ سال عالم غیب میں تشریف لے گئی۔

علاوہ ازیں انہوں نے زیر بحث آیت کے الفاظ ''**لیذھب عنکم الرجس ...... ویطھرکم تطھیرا**'' سے عصمت ائمہ کا عقیدہ بھی کشید کیا ہے۔جب کہ یہ الفاظ ہرگز عصمت پر دلالت نہیں کرتے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ ''حکم'' مکلّفین کے لیے ہے نابالغوں کے لیے نہیں لہٰذا چار میں سے دو یعنی حضرات حسنینؓ تو اس کے تحت آ ہی نہیں سکتے، ان کی پیدائش مشہور قول کے مطابق ۳ھ اور ۴ھ میں ہوئی (تحقیقی قول کے مطابق حضرت حسنؓ ۷ھ میں اور حضرت حسینؓ ۹ھ میں پیدا ہوئے) اور وہ نزول آیت کے وقت مشہور عام قول کے مطابق بھی چھے اور سات سال کے بچے تھے۔اس عمر کا بچہ غیر مکلّف ہے جسے پاک کرنے کا کوئی مطلب ہی نہ ہوا۔اگر آیت تطہیر اور حدیث کساء کے تحت یہ چاروں حضرات معصوم عن الخطاء ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ انہیں یہ مرتبہ چادر کی برکت سے حاصل ہوا یا نبی اکرمؐ کی دعا سے؟

اگر چادر سے حاصل ہوا تو ازواج مطہراتؓ کے سروں پر سالہا سال تک آپؐ کی چادر پڑی رہی تو انہیں معصوم کیوں نہیں قرار دیا گیا؟

پھر یہی رِدَائے پیغمبرؐ آل کساء کی نسبت زیادہ اہتمام کے ساتھ حضرت عباسؓ اوران کی اولاد پر ڈالی گئی (مشکوٰۃ مناقب اہل بیت النبیؐ) انہیں معصوم کیوں نہیں قرار دیا گیا؟

اگر یہ کہا جائے کہ ''چارتن'' کو یہ مرتبہ دعا سے حاصل ہوا پھر حضرت عباسؓ اوران کی اولاد کو بھی اسی طرح چادر اوڑھا کر آنحضرتؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی تو انہیں یہ مرتبہ کیوں نہیں دیا گیا؟

اے اللہ عباسؓ کو اور اس کی اولاد کو بخش دے۔ ظاہر اور باطن دونوں حالتوں میں ان کو پاک کردے اوران دونوں کا کوئی گناہ نہ چھوڑ۔ اے اللہ عباسؓ کو اس کی اولاد میں قائم ومحفوظ رکھ۔ (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت النبیؐ)

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ:

الٰہی یہ میرا چچا ہے اور میرے والد کی جا بجا ہے ''وھٰؤلاء اھل بیتی استرھم من النار کستری ایاھم بملائتی ھذا'' اور یہ میرے اہل بیت ہیں انہیں آگ سے یوں محفوظ رکھنا جیسے میں نے انہیں اپنی چادر میں چھپا لیا ہے۔ (حوالہ مذکور)

نیز اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور جلد سوم ص ۵۷۶ پر بھی اسی طرح کی روایت موجود ہے۔

اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی قبولیت دعا کا تعلق اللہ تعالیٰ کی بجائے سبائیوں سے ہے جس کے حق میں یہ قبول کریں وہ تو معصوم اور اہل بیت کا مصداق ہو جائے اور جس دعا کو یہ رد کردیں تو وہ ہمیشہ غیر معصوم اور خارج از اہل بیت ہو جائیں۔ اگر حدیث کساء کی رو سے چارتن میں سے صرف دوتن (حضرات حسنینؓ) کی اولاد تا قیامت اہل بیت میں شامل ہے تو حضرت عباسؓ کی اولاد پر اس کا اطلاق کیوں نہیں ہوسکتا؟

آل کساء کے لیے تو آنحضرتؐ نے از خود دعا فرمائی تو وہ معصوم ہوگئے جب کہ قرآن مجید میں جا بجا آپؐ کو سب صحابہ کرامؓ کے لیے دعائے استغفار اور دعائے رحمت کا حکم دیا گیا ہے جس کی یقیناً آپؐ نے تعمیل فرمائی تو کیا وجہ ہے کہ انہیں معصوم قرار دینا تو درکنار انہیں مرحوم ومغفور بھی تسلیم نہیں کیا گیا؟

پھر ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ چارتن نبی اکرمؐ کی دعائے تطہیر سے پہلے ہی معصوم تھے یا بعد میں ہوئے؟ دوسری شق کو تو اہل تشیع بھی تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک ان کے ائمہ ولادت کے وقت سے ہی معصوم ہوتے ہیں۔

اگر یہ حضرات پہلے ہی معصوم تھے پھر ان کے لیے دعا کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آیت تطہیر کے الفاظ ''یرید

،لیذھب ،یطھّر'' فعل مضارع کے صیغے ہیں اگر بفرض محال ''اذھاب رجس اور تطہیر'' کے الفاظ سے معصوم ہونا ثابت ہوتو وہ آیت کے نازل ہونے کے بعد ہوگا تو اس طرح اہل تشیع کا اپنے ائمہ کے بارے میں پیدائشی عصمت کا عقیدہ باطل ہوجائے گا۔

یہاں جواباً یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صحابہ کرامؓ سے جب اللہ تعالیٰ راضی ہوچکے ہیں تو ان کے لیے دعائیہ جملہ ''رضی اللّٰہ عنھم'' کیوں استعمال کیا جاتا ہے؟ کیونکہ دعا سے بعض اوقات تعظیم کا اظہار مقصود ہوتا ہے اور ایسے دعائیہ جملوں کے لیے فعل ماضی کا صیغہ استعمال ہوتا ہے جب کہ حدیث کساء والی دعائے تطہیر میں فعل امر کا صیغہ ہے۔

نیز صحابہ کرامؓ سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی عملی تعبیر قیامت کے دن عالم آخرت میں سامنے آئے گی لہٰذا ان کے لیے دعائیہ جملہ ''رضی اللّٰہ عنھم'' درست ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوسکتا کہ ان حضرات کے جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی ان کے لیے یہ دعا کی جائے کہ اللہ تو ان سے راضی ہوجا کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے۔

اسی طرح اگر چارتن پیدائشی طور پر معصوم ہیں تو ان کے لیے دعائے تطہیر تحصیل حاصل ہونے کی وجہ سے سراسر بے معنی ہوگی۔ اگر آیت کے الفاظ ''لیذھب عنکم الرجس .....یطھّرکم تطھیرا'' سے معصوم ہونا مراد لیا جائے تو قرآن نے یہی الفاظ صحابہ کرامؓ کے لیے بھی استعمال کیے ہیں بالخصوص اصحاب بدر کے لیے:

''لِيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ'' (الانفال آیت ۱۱)

اور ''وَلٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ٥ (المائدہ آیت ۶)

صحابہؓ کے لیے محض ''اذھاب رجس'' اور ''تطہیر'' ہی کا اعلان نہیں ہوا بلکہ ''اتمام نعمت'' کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو ایک جامع کلمہ ہے اور تمام انعام باری کو شامل ہے۔ مگر اس کے باوجود ان کی عصمت کا اعتقاد نہیں رکھا جاتا۔

اگر آیت تطہیر سے مراد عصمت ہے تو لازم آئے گا کہ وہ تمام حضرات معصوم قرار دیے جائیں جن پر ''اہل بیت'' کا اطلاق لغتاً ،عرفاً وشرعاً ہوسکتا ہے اور وہ ازواج مطہراتؓ ،اولاد رسولؐ ،آل عباسؓ ،آل جعفرؓ ،آل عقیلؓ اور آل علیؓ ہیں۔ مگر ان کی عصمت کا کوئی مسلمان بھی قائل نہیں ہے۔

آیت تطہیر میں ''عنکم.....یطھّرکم'' سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آیت کے مخاطب صرف وہ حضرات ہیں جو نزول آیت کے وقت موجود تھے اور اہل تشیع نے بھی چارتن کو اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔ لیکن جو لوگ (بالخصوص باقی نو امام) اس وقت پیدا ہی نہیں ہوئے تھے تو ان پر اس آیت کا اطلاق کیونکر کیا جاسکتا ہے؟

اگر آیت تطہیر اور حدیث کساء کا مصداق صرف چارتن ہی ہوں تو پھر یہی حضرات معصوم قرار پائیں گے۔ باقی

نو امام کس کی چادر تطہیر میں آئے ہیں؟

اگر چادر میں آنے کی وجہ سے چارتن ہی معصوم ہیں تو پھر عصمت کا دائرہ بڑھاتے ہوئے صرف حضرت حسینؓ کی اولاد در اولاد سے انتخاب کر کے نو افراد کو منصب امامت پر کیوں فائز کیا گیا؟

چادر تطہیر میں شامل دوسرے بزرگ حضرت حسنؓ کی اولاد اس شرف سے کیوں محروم قرار دی گئی؟ یہ کس قدر ستم ظریفی ہے کہ حضرت حسنؓ کی اولاد میں سے تو کوئی ایک فرد بھی نہ امامت کے درجے پر فائز ہوسکا اور نہ ہی معصوم کہلا سکا۔ جب کہ چھوٹے بھائی کی اولاد میں سے ہی نو افراد یکے بعد دیگرے معصوم قرار دے دیے گئے۔

حضرات حسنینؓ کے بعد چارتن میں سے دو بزرگ باقی رہ گئے: سیدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ۔ چادر تطہیر میں چاروں بزرگ برابر کے شریک ہیں لیکن حضرت فاطمہؓ کی دختری اولاد اور حضرت علیؓ کی غیر فاطمی اولاد کو اہل بیت کی اصطلاح ہی سے خارج کر دیا گیا۔ حالانکہ چادر کا جو اثر حضرات حسنینؓ پر مرتب ہوا وہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ پر بھی ہونا چاہیے تھا۔ گویا یہ چادر نبیؐ کی نہیں تھی بلکہ سبائیوں کی تھی وہ جن کے بارے میں چاہتے چادر اپنا فیض ظاہر کر دیتی اور جن کے بارے میں نہ چاہتے تو چادر اپنا فیض روک لیتی۔ بہر حال اہل تشیع کا آیت تطہیر سے ائمہ کی امامت اور ان کی عصمت پر استدلال بالکل غلط اور باطل ہے۔

زیر بحث آیت کی مزید اور مکمل تفصیل جاننے کے خواہش مند قارئین راقم الحروف کی کتاب ''اہل بیت رسولؐ کون؟'' کی طرف مراجعت فرمائیں۔

☆☆☆

علماء حق کا ترجمان
المیزان
ناشران وتاجرانِ کتب
دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ
دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور　042-37122981-37217262

اسلام، پاکستان اور اقلیتیں

سہیل باوا (لندن)

دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی انسانی حقوق کی حق تلفی ہو رہی ہو تو اس کے خلاف قانون حرکت میں آجاتا ہے اور قانون نافذ کرنے والے ادارے بڑی سرعت کے ساتھ متحرک ہو کر انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بناتے ہیں۔ پاکستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی جہاں معمول بنتا جا رہا ہے، وہیں دوسری جانب انسانی حقوق کے نام پر مخصوص لابیاں پاکستان کے اسلامی تشخص اور نظریاتی شناخت کو پامال کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتیں۔ تاہم گزشتہ کئی روز سے ملکی اور بین الاقوامی میڈیا کی شہ سرخیوں میں جگہ پانے والا رمشا کیس، قانون نافذ کرنے والے اداروں کی کارکردگی پر ایک سوالیہ نشان بھی ہے۔

مملکتِ خداداد پاکستان کا متفقہ آئین پاکستان کے تمام شہریوں کو بلا امتیازِ رنگ، نسل، زبان، علاقہ، مذہب، قومیت، فرقہ، عقیدہ اور نظریات کے یکساں حقوق کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۷۳ء کے آئین کی دفعہ ۴ کے مطابق تمام شہریوں کو یکساں قانونی تحفظ کی ضمانت تو دی ہی گئی ہے نیز قانونی جواز کے بغیر حکومت کوئی ایسا اقدام کرنے کی مجاز بھی نہ ہوگی جو شخصی آزادی، تحفظ اور عزت و شہرت کے لیے ضرر رساں ہو اور اسی طرح کسی شخص کو کسی بھی ایسے اقدام سے جو قانون کی رو سے غلط یا غیر قانونی نہ ہو اس سے بھی اسے نہیں روکا جا سکتا گویا بالفاظ دیگر قانون کی حاکمیت کو یقینی بنائے جانے پر زور دیا گیا۔ اس آئین کے ابتدائیہ میں ہی مذہبی اقلیتوں کے حقوق و مفادات کے تحفظ کا بھی ذکر کیا گیا۔

کسی بھی ریاست میں قانون کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ اس کی بنیاد پر افراد کو یکساں حقوق و انصاف ملتا ہے۔ وہیں اس کی بنیاد پر ریاستی امور اور معاملات میں ایک نظم قائم کر کے اس کا اطلاق ریاست کے تمام باسیوں کے لیے ترقی، خوشحالی اور فلاح کا سبب بنتا ہے۔ نسل و زبان، رنگ، مذہب اور نظریات کے تمام تر اختلافات کے باوجود ریاست کے تمام افراد امن و سلامتی کے ساتھ قانون پر عمل پیرا ہونا اپنے لیے مفید خیال کرتے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس قانون کی عدم موجودگی یا قانون پر عمل پیرا نہ ہونے کی صورت میں لاقانونیت، سربریت، استحصال، ناانصافی اور ظلم کا وہ ماحول جنم لے لیتا ہے کہ جو ریاست کو انارکی، انتشار اور بربادی سے دوچار کر دیتا ہے اور پھر معاشرہ ''جس کی لاٹھی اس کی

بھینس'' کی عملی تصویر دکھائی دینے لگتا ہے۔

رمشا مسیح کو ۱۶/اگست کو میرا جعفر سے پولیس نے اس وقت اپنی تحویل میں لے لیا تھا جب اہل علاقہ نے مقدس اوراق کی بے حرمتی کے الزام پر اس کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ بعد ازاں رمشا مسیح کی ضمانت بھی ہوگئی اور وہ رہا ہوگئی۔ اس پورے واقعہ کی روئیداد نہ صرف قومی بلکہ عالمی میڈیا اور خصوصاً سوشل میڈیا پر کئی روز سے جاری ہے اور آئے روز نئے انکشافات اور نئی معلومات کی بنیاد پر اس معاملہ کو پاکستان ہی نہیں اسلام اور ملک کی مذہبی قیادت اور سوچ رکھنے والوں کی مذمت کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ قطع نظر اس کے رمشا نے اوارق مقدسات کی بے حرمتی کی یا نہیں، اہم بات یہ ہے کہ گرفتاری کے بعد رمشا کے حوالے سے پولیس حکام نے جو اقدامات کیے کیا وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قانون اور آئین کے مطابق تھے؟ اس معاملے کو جس بھونڈے انداز میں سامنے لایا گیا اس نے عالمی سطح پر اس تأثر کو فروغ دیا کہ پاکستان وہ ملک ہے کہ جہاں اقلیتوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے اور آج جب بہت سے حقائق سامنے آچکے ہیں تو جھوٹی گواہی کی بنا پر رمشا کی ضمانت پر رہائی کے بعد امام مسجد کی آڑ میں علما اور دین دار مسلمانوں کے خلاف چلائی جانے والی مہم کے ذمہ دار ایک بار پھر مجرمانہ خاموشی اختیار کر چکے ہیں۔ ایک رمشا ہی کیا، اطراف میں نظر دوڑایئے ہم میں سے کتنے ایسے مسلمان ہیں جو آئے روز صرف اوراق مقدسات کی ہی نہیں بلکہ ان پر محفوظ احکامات کی سراسر کھلم کھلا توہین کر رہے ہیں کیا اب یہ بات بڑی حد تک واضح نہیں ہو چکی کہ رمشا سے جو عمل سرزد ہوا درحقیقت اس کو ایک خاص انداز میں سوچے سمجھے منصوبے کے ساتھ اس طرح نشر کیا گیا جس سے جو انگلیاں رمشا مسیح پر اٹھنا تھیں ان کا رخ اب کسی ذہنی معذور اور اسلام دشمن فرقہ یا اقلیت پر نہیں بلکہ ایک شخص پر ہے جو خود کو نہ صرف مسلمان گردانتا ہے بلکہ یہ بھی یقین رکھتا ہے کہ ذاتِ رسالت مآب اور مقدسات اسلامی کی حرمت باقی رہنی چاہیے۔ رمشا کم عمر قرار دی جا رہی ہے اور ذہنی معذور بھی۔ اور مصدقہ اطلاعات کے مطابق اس کے اہلِ خانہ کو اب اس ساری صورتحال کے سامنے آنے کے بعد بھی اندھی حمایت حاصل ہے۔ خود حکومتِ پاکستان اور پاکستان کی ذمہ دار مذہبی قیادت اس معاملے میں مضطرب ہے جبکہ رمشا کو حاصل ہونے والی مغربی اور دیسی لبرل افراد کی حمایت کے بعد قوی امکان ہے کہ نہ صرف اسے بلکہ اس کے اہل خانہ کو جلد ہی کسی بھی مغربی ملک میں پناہ بھی مل جائے گی۔ لیکن مستقبل کے پاکستان میں نہ جانے مزید کتنی ہی رمشائیں اس جیسے افسوسناک اور قابلِ مذمت فعل کا شکار ہوکر پاکستان کے اسلامی اور اسلام کے آفاقی تصورات کو داغدار کرنے کا سبب بنتی رہیں گی۔

☆☆☆

اک اور ہنگامہ

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی☆

آج کل عالمی میڈیا میں اسلام مخالف ایک ایسی فلم کا تذکرہ بڑے زور وشور سے جاری ہے جو امریکہ میں بنائی گئی ہے اور اسے جون کے آخر میں ایک چھوٹے سے سینما گھر میں دکھایا گیا، بعد میں اس کے کچھ ٹکڑے یوٹیوب پر پوسٹ کیے گئے اور پھر اس کا عربی میں بھی ترجمہ کیا گیا، اس فلم کا نام ''مسلمانوں کی معصومیت'' ہے اور اسے سب سے پہلے یکم جولائی کو آن لائن پوسٹ کیا گیا۔

یہ فلم ایک ایسے جرائم پیشہ شخص نے بنائی ہے جسے پہلے ایک اسرائیلی نژاد امریکی یہودی بتایا جارہا تھا لیکن اب یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہ ایک مصری قبطی عیسائی ہے اور امریکہ میں اس کا مجرمانہ ریکارڈ ہے۔ این بی سی نیوز کے مطابق اس شخص کا نام نکولا باسیلے نکولا ہے اور اس پر امریکہ کی ایک عدالت میں دھوکہ دہی کے ایک کیس میں جرم ثابت ہوچکا ہے، انیس سونوے کی دہائی میں منشیات سے متعلق جرائم میں وہ دومرتبہ جیل جاچکا ہے۔

امریکہ میں بننے والی ''مسلمانوں کی معصومیت'' کے عنوان سے ریلیز کردہ اس فلم میں اسلام کو نائن الیون کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے، اس فلم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی گئی ہے، دو گھنٹے دورانیے کی اس فلم پر پچاس لاکھ امریکی ڈالر لاگت آئی ہے۔ فلمساز کے مطابق یہ تمام رقم امریکہ اور یہودیوں سے لی گئی ہے۔

اس توہین آمیز، شرانگیز اور گستاخانہ فلم کے خلاف دنیا بھر میں احتجاج کا سلسلہ جاری ہے۔ مصر، تیونس، لیبیا، پاکستان، سوڈان میں امریکی سفارت خانوں پر حملے ہوئے، لیبیا میں امریکی سفیر کرسٹوفر سٹیونز اور تین امریکی اہلکار ہلاک ہوگئے، ان حملوں کے بعد امریکہ نے اپنا سفارتی عملہ دیگر ممالک میں شفٹ کرنا شروع کردیا اور سفارت خانوں کی سکیورٹی بڑھانے کا حکم دے دیا۔ امریکی صدر باراک اوباما نے کہا کہ اس واقعہ کے ذمہ داروں کو انصاف کے کٹہرے میں لائیں گے اور اقوام متحدہ نے بھی حسب روایت امریکی منشا کے عین مطابق اس فلم کے ردعمل کی مخالفت کی ہے۔

دنیا بھر کے مسلمانوں کا یہ ردِعمل فطری اور مطالبہ جائز و برحق ہے کہ حقوق انسانی کی عالمی تنظیمیں اور آزادی اظہار کے عالمی مبلغین شرپسندوں کی ان لائقِ مذمت، نازیبا و گستاخانہ حرکات بند کروائیں اور اخلاق باختہ ذہنیت پر مبنی گستاخانہ فلم

☆ مدیر تحریر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور

کے تمام کرداروں کے خلاف عالمی قوانین کے مطابق کارروائی کی جائے۔ اسلام سمیت دنیا کا کوئی بھی مذہب کسی مقدس شخصیت کی توہین کی اجازت نہیں دیتا، یہ فلم کینہ پرور اور بیمار ذہنیت کے لوگوں کی اسلام دشمنی اور تعصب کا واضح ثبوت ہے۔ یہ انسانی حقوق اور آزادی اظہار نہیں بلکہ عالمی حقوق کی سنگین پامالی ہے۔ اسلام مخالف اس فلم سے امریکہ کے عزائم کھل کر سامنے آچکے ہیں اور نام نہاد بین المذاہب کے لیے کام کرنے والے طاغوت کا اصل چہرہ کھل کر سامنے آچکا ہے۔

امریکہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں اور اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے۔ اس طرح کے اقدام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امریکہ کی جنگ دہشت گردی کے خلاف نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہے۔ اس حوالے سے لیبیا، تیونس، سوڈان، مصر، پاکستان اور ایران کی عوام کا ردِعمل اور اظہار درست ایمانی تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان حکمران امریکی اتحاد اور اس کی غلامی سے باہر نکل آئیں اور امریکہ سے ہر طرح کا تعاون اور تعلقات ختم کردیں کیوں کہ ایسے دُشمنِ اسلام ملک کے ساتھ کسی طرح کے تعلقات رکھنا ایمانی تقاضوں کے منافی ہے۔

ماضی کی کئی مثالیں موجود ہیں جن میں یا تو دانستہ طور پر اسلام یا پیغمبر اسلام کی توہین کی کوشش کی گئی ہے یا اظہار خیال کی آزادی کے نام پر ایسا مواد شائع کیا گیا ہے جو مسلمانوں کو گراں گزرا ہے، ڈنمارک میں پیغمبرِ اسلام کے خاکوں کی اشاعت اس کی ایک مثال ہے۔ وجہ جو بھی رہی ہو مسلم دنیا میں ہمیشہ تقریباً یکساں ردِعمل سامنے آتا رہا ہے، لوگ سڑکوں پر اترتے ہیں، شعلہ بیان مقرر کبھی امریکہ اور کبھی باقی مغربی دنیا کے انسانیت کُش اور اخلاق سوز اقدام کو آشکارا کرتے ہیں اور کچھ دن بعد بات پرانی ہوجاتی ہے لوگ اپنے معمولات زندگی میں پھر مصروف ہوجاتے ہیں اور توہین آمیز مواد بھی بھلا دیا جاتا ہے۔

مغربی دنیا کی اس مذموم حرکت کا مقصد مسلمانوں کو ذہنی انتشار کا شکار بنانا ہے۔ اسلام دشمن عناصر کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کے سامنے ایسے مسائل کھڑے کیے جائیں جن سے وہ مشتعل ہوں اور پھر اپنے اساسی اور بنیادی مقاصد کو پس پشت ڈال دیں تاکہ یہ غیر مسلم عناصر اسلام دشمنی کے لیے اپنی راہیں اور ہموار کرسکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے ذہنوں کو ان سازشوں سے ہٹائے رکھنے کے لیے ایسے دل آزار پلان تسلسل سے جاری رکھے جاتے ہیں جن سے متاثر ہوکر طبعی طور پر مسلمان مغلوب الغضب ہوجاتے ہیں، غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ ۲۰۰۱ء سے اب تک شان رسالت میں تحریر و تقریر اور تصویر کے ذریعہ عالمی سطح پر دسیوں بار تحریک چلائی گئی ہے، منافق صفت مسلمان دانشور، صحافی، عیسائی مفکرین اور ادباء، اخبارات ورسائل اور مضامین و کتب کے ذریعہ دل آزاری میں مصروف ہیں، سلمان رشدی سے لے کر تسلیمہ نسرین تک ہر اس ادیب قلمکار، دانشور کی امریکہ و یورپ میں پذیرائی ہوتی ہے اور حمایت کی جاتی ہے جو مسلمانوں کو اذیت سے دوچار رکھنے میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا ساتھ دیتے ہیں۔

مسلمانوں کی دل آزاری کا سلسلہ قائم ہے اسکا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر صورت میں مسلمانوں کو ذہنی انتشار اور

خوف میں مبتلا رکھا جائے تا کہ ان میں بیداری نہ پیدا ہو، یہ اپنے کو متحد نہ کرسکیں جس دن ان کو ذہنی سکون مل جائے گا اور یہ قوم ایمانی طور پر بیدار ہو جائے گی، تو پھر امریکہ و یورپ کی سیاسی بالا دستی کا چراغ گل ہو جائے گا۔

یہ امر مسلم ہے کہ مخالفین و معترضین کی طرف سے اذیت آمیز، تکلیف دہ کلمات برابر سننا پڑیں گے، ان کی عداوت و نفرت کے تیر مسلسل سہنے پڑیں گے اور اسلام کے روشن چراغ کو گل کرنے کی سازش قیامت تک ہوتی رہے گی۔

ستیزہ کار رہا ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بو لہبی

ان حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان مایوسی اور خوف کی فضا میں گھٹ گھٹ کر جینے کے بجائے اپنے شاندار ماضی کی شاندار روشن تاریخ کو یاد کریں اور یقین کرلیں کہ اسلام اور مسلمان نیست و نابود ہونے والا مذہب اور قوم نہیں ہاں حالات بدتر ہیں لیکن مایوس کن اور حوصلہ شکن حالات ہی تو مسلمانوں کو بیدار رکھتے ہیں۔ ہم کو زیادہ سے زیادہ رجوع الی اللہ کرنا چاہیے اس لیے کہ وہی قادر و قہار آقا اسلام دشمن طاقتوں کو نیست و نابود کرسکتا ہے، اشتعال میں آنے کے بجائے خاموشی اور سنجیدگی سے پر امن طریقے پر ایسی تدابیر کے بارے میں سوچنا چاہیے جن پر عمل پیرا ہونے سے آئندہ کسی بدزبانی کو ایسی حرکت کرنے کی جرأت نہ ہوسکے۔ اور دینی اعمال میں پہلے سے بھی زیادہ رسوخ پیدا کرنا چاہیے، تخریبی کارروائیوں سے بچتے ہوئے تعمیری اور دینی و ملی مفاد کے کاموں میں مصروف ہونا چاہیے تا کہ دشمنان اسلام اپنے منھ کی کھائیں۔

پوری دنیا میں مسلمان احتجاج کر رہے ہیں شیدائیان رسالت اپنی اپنی محبتوں کا اظہار کر رہے ہیں، ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے حکومت وقت کے برسر اقتدار آنے میں ہم مسلمانوں کا بھی تعاون شامل ہے ایک جمہوری ملک کے باشندے ہونے کے ناطے حکومت سے ہمیں یہ اپیل کرنی چاہیے کہ وہ امریکی حکومت سے اپنے سفارتی تعلقات اور روابط ختم کرے اور ملک کی اقلیت مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی ہے اس پر امریکی حکومت معافی مانگے یہ ہمارا قانونی حق ہے، کم از کم ہمیں اس کو ہی استعمال کرنا چاہیے۔

اسی طرح ایسے حالات میں مسلمانوں کا دینی فریضہ بنتا ہے کہ وہ اپنے دین میں اور پختہ تر ہو جائیں، ان یہود و نصاریٰ کو دین حق سے کوئی سروکار نہیں انھیں تو بس اپنا دنیوی مفاد ہی مقصود ہے اور اسی کے لیے یہ تمام تر کوششیں ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ آج مسلمان ان کی فریب کاریوں کو محسوس کریں اور اللہ کے عطا کردہ نظام یعنی اسلام اور قرآن کو ہی اپنے لیے لائحۂ عمل بنائیں اسی میں میں پوری امت کی فلاح و نجات ہے۔

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر

ملالہ،قومی ہیرو یا ملّت کی مجرم؟

محمد احمد حافظ

ملالہ یوسف زئی پر حملہ کیا ہوا پورا ملکی پریس، مغربی ذرائع ابلاغ، این جی اوز، اقوام متحدہ کے اہم عہدے دار، اور امریکی و یورپی سرکردہ افراد چیخ اٹھے کہ یہ ظلم ہوا ہے۔ خود ہمارے ملک کے سیاست دانوں میں سب سے زیادہ الطاف حسین کے پیٹ میں مروڑ اٹھا ہے اور وہ مسلسل علماء وطلبہ، دینی مدارس اور خصوصاً اس وقوعے کی آڑ میں دین کے خلاف زبان درازی کرنے اور ہذیان بکنے میں مصروف ہے۔ اس کی زبان مسلسل شعلے اگل رہی ہے اور اس واقعے کی بنیاد پر ملک میں اہل دین کے خلاف خونی آپریشن کرنے، انارکی پھیلانے اور کراچی کو بدترین تشدد کے حوالے کرنے کی دعوت دی جارہی ہے۔ الطاف حسین نے کراچی بھر کے خطیبوں، اماموں اور مدرسوں کے کوائف جمع کر کے نائن زیرو پہچانے کی ہدایت کردی ہے۔ چیف آف آرمی اسٹاف جنرل پرویز کیانی بھی ''دہشت گردوں'' کے خلاف اپنی جنگ کو تیز کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ سوات اور قبائل میں ہزاروں بے گناہ مرد و خواتین اور بچوں پر جیٹ طیاروں اور ڈرون حملوں کے ذریعے ان کا خون پیا گیا اور شاید اب پھر کسی نئے آپریشن کی راہ ہموار کرنا مقصود ہے۔

اس جذباتی فضا میں کسی نے سوچنا گوارا نہیں کیا کہ ملالہ یوسف زئی کون ہے اور وہ کس تہذیب کی علمبردار اور کن قوتوں کی آلہ کار ہے؟ کیا سوات کے غیور عوام اس بات کو بھول جائیں گے کہ شیطانی قوتوں کے آلہ کار کا کردار ادا کرنے والی یہی وہ خاتون ہے جس نے عالمی سامراجی نشریاتی ادارے کے ترجمان بی بی سی ویب سائٹ پر سوات کے طالبان اور تحریک نفاذ شریعت محمدی کے کارکنان کے خلاف ڈائریاں لکھیں۔ شریعت کے خلاف اپنے خبث باطن کا اظہار کیا۔ سوات کے بدترین آپریشن کے لیے اپنے قلم کے ذریعے راہ ہموار کی۔ اس آپریشن کے دوران لاکھوں افراد بے گھر ہوئے، سینکڑوں مرد و خواتین کا قتل عام کیا گیا۔ مینگورہ اور سیدو شریف کے بازار ابھی تک ان تشدد زدہ لاشوں کو نہیں بھولے جنہیں روزانہ قتل کر کے کسی چوراہے پر پھینک دیا جاتا تھا...... اسی آپریشن کے دوران جید علماء کا قتل ہوا۔ نوے سالہ بوڑھے عالم دین مولانا محمد عالم، مولانا عزت اللہ، مولانا ولی اللہ کا بلگرامی اور کئی دیگر جید علماء کو بدترین اذیتیں دے کر شہید کیا گیا۔ بعض علماء کو ہیلی کاپٹروں سے نیچے گرا کر شہید کیا گیا یہ سب کچھ پاکستان کی ناپاک اور امن کی نام نہاد علمبردار فوج نے کیا۔ تب کسی ادیب، شاعر، کالم نگار، اخبار نویس سیاست دان اور حکومتی ایوانوں میں بیٹھے جمہوری مولوی کو ''علم اور خوشبو'' کے قتل کی بات یاد نہ آئی۔ لال مسجد میں تین ہزار معصوم بچیوں کا قتل عام ٹھنڈے پیٹوں ہضم کر لیا گیا۔ کیا ان کا قتل تاریخ انسانی پر بدنما

داغ نہیں؟ کیوں الطاف حسین کی زبان اس ظلم پر خاموش رہی؟ مسٹر الطاف علماء کو حکم دیتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ ملالہ پر حملے کی مذمت کریں کیا وہ خود اس بات پر تیار ہے کہ لال مسجد کے قتل عام پر اظہار افسوس کرے؟

ملالہ یوسف زئی قوم کی ہیرو نہیں بلکہ قومی مجرم ہے، اس کی زہریلی تحریروں کے سبب ہزاروں معصوم بچے یتیم ہوئے خواتین بیوہ ہوئیں اور بوڑھے والدین اپنے جوان بیٹوں کے سہاروں سے محروم ہوئے۔ ملالہ یوسف زئی نے کھلے عام مسلمانوں کے قاتل اوبامہ کو اپنا ہیرو قرار دیا، اس نے اپنی تحریروں میں سنت رسول کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھا کہ (نعوذ باللہ) میں جب کسی ڈاڑھی والے کو دیکھتی ہوں تو فرعون کی یاد آنے لگتی ہے، برقع والی عورت دیکھ کر پتھر کا دور یاد آجاتا ہے۔ کیا ایسے خیالات رکھنے والی عورت کو مسلمان کہا جاسکتا ہے؟ ملالہ پاکستانی اور اسلامی تہذیب و معاشرت کی علامت نہیں بلکہ ویسٹرن سولائزیشن کی پرچارک ہے، وہ خاکی وردی میں ملبوس دہشت گردوں کی ساتھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے قاتل ہم آواز ہوکر ملالہ کے ساتھ کھڑے ہوگئے ہیں، آخر کوئی تو وجہ ہے ایک غلیظ امریکی فاحشہ گلوکارہ میڈونا نے برہنہ ہوکر اس کے نام گانا گایا، اور اپنی کمر پر لکھا malala سب کو دکھایا۔

ملالہ پر حملے کے فوراً بعد طالبان کی جانب سے ذمہ داری قبول کرنا ایک مشکوک امر ہے۔ ہمیں یہ بھی سوات کی کوڑوں والی جعلی ویڈیو جیسا معاملہ نظر آتا ہے۔ اس وقت بھی اس ویڈیو کے ذریعے پورے ملک میں جذباتی فضا بنادی گئی تھی۔ ابھی حال ہی میں رمشا مسیح کیس اس کی مثال ہے جس میں بے گناہ امام مسجد کو جھوٹے گواہوں کے ذریعے پھنسایا گیا۔ اور میڈیا حسب سابق اسلام اور اسلام کے نام لیوؤں کے خلاف اپنے خبثِ باطن کے اظہار کے لیے میدان میں اتر آیا۔ ملالہ حملے کے بعد میڈیا اور تشدد کے حامی سیاست دانوں نے جو فضا بنادی ہے اس نے رائے عامہ کے لیے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم کردی ہیں۔ کنٹرولڈ میڈیا صرف وہی بولی بول رہا ہے جو امریکا اور شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار دیسی لبرل اور کاٹھے سیکولر فاشسٹوں کے ساتھ ساتھ خاکی وردی والے سننا چاہتے ہیں۔ طوطے کی طرح رٹے ہوئے بیان دیے جارہے ہیں۔ سامراجی غنڈوں اور ان کے زرخرید غلام، کرائے کے پیسہ ور قاتلوں جیسے تاریک کردار کا مظاہرہ کرنے والے لاانفورسمنٹ اداروں کو جب بھی کوئی خونی آپریشن کرنا ہوتا ہے تو اسی طرح کا ڈرامہ رچا کر پورے ملک میں جذباتی فضا بنادی جاتی ہے۔ پھر اس کی آڑ میں ہزاروں افراد بے گھر ہوئے ہیں۔ بستیاں تباہ کردی جاتی ہیں، اور غیور مسلمانوں پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے جاتے ہیں کہ آسمان بھی کانپ اٹھتا ہوگا پاکستان کے عوام کو سوچنا ہوگا کہ وہ کب تک بے بنیاد، بے کردار، بے غیرت، بے دین دہشت گردوں کی حمایت کرتے رہیں گے؟ وہ کب تک بدکردار سیاست دانوں، عمران خان اور الطاف حسین جیسے انسانی خون کے پیاسوں کے ہاتھوں یرغمال بنے رہیں گے؟

ظالمو! اپنے ظلم سے باز آجاؤ! طالبان کا نام لے کر شریعت کے خلاف ہذیان بکنا بند کردو ڈرو اس دن سے جب تمہارا اقتدار نیست و نابود ہوجائے گا اور تمہیں مجرموں کے کٹہرے میں لایا جائے گا!!

مغرب کی تنگ نظری

محمد متین خالد

واقفانِ حال کا کہنا ہے کہ مغرب، دین اسلام کے حوالے سے احساسِ کمتری اور خوف کا شکار ہے۔ اپنی عالمگیر سچائیوں کی بدولت دین اسلام مغرب کے ہر گھر پر ہی نہیں ہر دردِل پر بھی دستک دے رہا ہے اور خوشبو کی طرح پھیلتا ہی چلا جارہا ہے۔ اپنے دفاع کے لیے مغرب کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اب ان کے تھنک ٹینکس نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اسلام کی ہر دلیل کا جواب گالی سے دیں گے۔ یورپی اخبارات و رسائل میں گاہے بگاہے حضور نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے شائع ہونے والے مضامین اور خاکے اسی ناپاک منصوبے کا حصہ ہیں۔ ان بزرجمہروں کو معلوم نہیں کہ اس سے شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس ان کا اپنا ہی خبث باطن دوسروں کے سامنے آشکار ہو جاتا ہے۔ ایسی گھٹیا اور مذموم حرکتیں دین اسلام کا راستہ نہیں روک سکتیں بلکہ یہ اپنی آفاقی سچائیوں کے سبب تیزی سے بلندی کی منازل طے کر رہا ہے۔

کئی سال پیشتر ملعون پادریوں کے ایک گروہ نے قرآن مجید کے خلاف بنائی جانے والی دل آزار فلم ”فتنہ“ انٹر نیٹ پر ریلیز کی جس میں مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن مجید کی تضحیک اور اس کی پاک تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہوئے اسے دہشت گردی کا منبع قرار دیا۔ پادریوں کی اس ناپاک جسارت سے ہر مسلمان خون کے آنسو روتا رہا۔ قدرت کا کمال دیکھیے کہ اس فلم کے ریلیز ہونے سے اب تک تقریباً 1200 کے قریب عیسائیوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ جن کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس فلم کو دیکھنے کے بعد قرآن مجید کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ فلم ”فتنہ“ میں پیش کی جانے والی تمام باتیں اسلام کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کا نتیجہ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف انتہا پسندی کا شور مچانے اور نعرے لگانے والے عیسائی رہنما خود سب سے بڑے انتہا پسند ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں سے جو امتیازی سلوک ہو رہا ہے وہ کسی ذی شعور سے پوشیدہ نہیں۔ محمد اور احمد ناموں کے حامل مسلمانوں پر، ویزہ اور ملازمت کی پابندی لگانا، نئے نئے سخت امیگریشن قوانین بنانا، ہوائی اڈوں پر مسلمان مرد و خواتین کی سکیننگ و تلاشی کے نام پر تذلیل کرنا، انٹرنیٹ پر ”الفرقان“ کے نام سے جعلی قرآن مجید پیش کرنا کس ذہنیت کی غمازی کرتا ہے؟ کیا یہ سب انتہا پسندی اور دہشت گردی کے زمرے میں نہیں آتا؟

انتہا پسندی اور دہشت گردی کے حوالے سے مغرب کے اپنے پیمانے اور معیارات ہیں۔ وہ مسلمانوں کے لیے

متعصّبانہ رویہ رکھتا ہے۔ مغرب میں نوجوان لڑکی کو مکمل آزادی اور حقوق حاصل ہیں کہ وہ یونیورسٹی یا کالج میں اپنی مرضی کا لباس پہنے، چہرے اور بازوؤں پر نقش ونگار بنوائے لیکن جب ایک مسلمان لڑکی حجاب پہن کر کالج جاتی ہے تو اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جاتا ہے۔ مغرب میں جب ایک بچہ کسی خاص موضوع کے لیے خود کو مخصوص کر دیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ اس کی ذہانت اور Potential کا بیّن ثبوت ہے لیکن جب ایک مسلمان بچہ خود کو اسلام کے لیے وقف کر دیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنا مستقبل تباہ کر لیا ہے۔ جب ایک یہودی کسی کو قتل کرتا ہے تو یہ اس کا ذاتی فعل قرار دیا جاتا ہے، اس کے برعکس جب ایک مسلمان اپنے دفاع میں کسی کو قتل کر دیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر ایسا کیا ہے۔ جب کوئی یہودی کسی کی خاطر خود کو تیاگ دیتا ہے تو ہر شخص اس کے کردار کی تعریف کرتا ہے لیکن جب کوئی فلسطینی مسلمان اسرائیلی فوج سے اپنے بیٹے کو بچانے کے لیے ایسا کرتا ہے تو اس کے بھائیوں کے بازو توڑ دیے جاتے ہیں۔ اس کی والدہ کی عزت لوٹ لی جاتی ہے، اس کے گھر کو تباہ کر دیا جاتا ہے اور اسے دہشت گرد قرار دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹارچر سیل میں بھیج دیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود مغرب کو یہ زعم ہے کہ وہ انتہائی تہذیب یافتہ اور رواداری کا عالمی چیمپئن ہے۔ ان دوغلے اور دوہرے معیار اور سلوک کی نہ جانے کتنی مثالیں ہیں جو ان ملکوں میں نمایاں نظر آتی ہیں جو انسانی آزادی، انسانی حقوق اور آزادیٔ اظہار کے علمبردار کہلاتے ہی نہیں، دعویدار بھی بنتے ہیں۔

عجیب بات ہے کہ مغرب گستاخیِ رسول کو آزادیٔ اظہار سے تعبیر کرتا ہے لیکن اس کے ہاں کسی شخص کو یہ جرأت نہیں کہ وہ ہولوکاسٹ پر ایک لفظ بھی ادا کر سکے۔ ہولوکاسٹ کا مفہوم یہ ہے کہ یہودیوں نے یہ پروپیگنڈہ کیا تھا کہ دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر کے دورِ اقتدار میں پولینڈ کے شہر شوئز میں بنائے گئے گیس چیمبرز میں تقریباً 60 لاکھ یہودیوں کو قتل کیا گیا۔ اس بنیاد پر یہودیوں نے مطالبہ کیا تھا کہ انہیں ایک الگ ملک دیا جائے۔ اس پروپیگنڈہ کے نتیجہ میں اُن کو اسرائیلی ریاست الاٹ کر دی گئی۔ بعد میں تحقیق ہوئی تو یہودیوں کا دعویٰ سراسر جھوٹا نکلا۔ تب یہودیوں نے ایک قانون بنوا دیا کہ ہولوکاسٹ کی مبینہ صداقت کو کہیں بھی چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ جو شخص ہولوکوسٹ کے جھوٹ پر تحقیق کرے گا، وہ قابلِ گردن زدنی ہوگا۔ چند سال قبل معروف تاریخ دان ڈیوڈ ارونگ (David John Cawdell Irving) کو آسٹریا کی عدالت نے محض اس لیے تین سال کی سزا سنا ڈالی کہ اُس نے صرف اتنا کہا تھا کہ ہولوکاسٹ میں یہودیوں کے قتل کی تعداد اتنی نہیں جتنی مبالغہ آرائی کی جاتی ہے۔ امریکا میں ہٹلر کا نشان Swastika شائع یا کسی جگہ پینٹ کرنا بھی صریح جرم ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں مغرب کی آزادیٔ اظہار کہاں چلی جاتی ہے؟

چند ماہ بیشتر امریکی ریاست فلوریڈا کے ایک چرچ میں ملعون امریکی پادری ٹیری جونز اور اس کے ساتھی پادری وائن ساپ نے 30 آدمیوں کی موجودگی میں قرآن کریم کی بے حرمتی کی اور اسے نذرِ آتش کر دیا۔ اس بدفطرت اور مخبوط الحواس پادری نے گیارہ ستمبر 2010ء کو بھی قرآن کریم نذرِ آتش کرنے کا اعلان کیا تھا، اس وقت دنیا بھر میں مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا، اس کے علاوہ امریکہ، کنیڈا، فرانس اور جرمنی کی حکومتوں نے بھی ٹیری جونز کے اس اعلان کی مذمت کی

تھی، جس کے بعد اس پادری نے مجرمانہ چپ سادھ لی تھی۔ پھر 21 مارچ 2011ء کو اس نے اپنے ناپاک منصوبے پر عمل کرتے ہوئے نعوذ باللہ! قرآن کریم کو نذرِ آتش کر دیا۔

قرآن پاک کی شہادت کا انکشاف فرانسیسی خبر رساں ادارے نے اپنی رپورٹ میں کیا جس کے بعد یہ خبر درجنوں آن لائن اخبارات اور بالخصوص عرب ویب سائٹس پر شائع ہوئی۔ رپورٹ کے مطابق فلوریڈا کے قصبے گینس ویل میں اتوار کو ملعون پادری ٹیری جونز نے قرآن پاک کی شان میں گستاخی کے لیے ایک نام نہاد عدالت لگائی، جس کے بعد اس کے ساتھی ملعون پادری وائن ساپ نے قرآن پاک کے ایک نسخے کو آگ لگا دی۔ خبر رساں ادارے کے مطابق چرچ میں قرآن پاک کے خلاف ''مقدمہ'' چلایا گیا۔ ملعون ٹیری جونز نے اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کو (نعوذ باللہ) دہشت گردی اور دیگر جرائم کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ اس کے بعد ''جیوری'' نے آٹھ منٹ تک غور وخوض کیا اور پھر ''سزا'' سنائی۔ اس سے پہلے قرآن پاک کو ایک گھنٹے تک مٹی کے تیل میں ڈبوئے رکھا گیا۔ ملعون پادریوں نے شیطانی عدالتی کارروائی کے بعد قرآن کو نکال کر پیتل کی ایک ٹرے میں چرچ کے عین درمیان رکھا۔ معلون ٹیری جونز کی نگرانی میں دوسرے ذہنی دیوالیہ پادری وائن ساپ نے قرآن پاک کے نسخے کو آگ لگا دی، اس موقع پر چند لوگوں نے جلتے قرآن مجید کے نسخے کے ہمراہ فوٹو بھی بنوائے۔ اطلاعات کے مطابق چرچ میں 30 کے قریب لوگ موجود تھے جن میں ایک خاتون سمیت اسلام سے مرتد ہونے والے 3 بدبخت بھی شامل تھے۔ ملعون ٹیری جونز کا کہنا تھا کہ میں نے ستمبر میں مسلمانوں کو خبردار کیا تھا کہ وہ اپنی کتاب کی حفاظت کر لیں اور اس کا دفاع کریں لیکن مجھے کوئی جواب موصول نہ ہوا تو میں نے سوچا کہ حقیقی سزا دیئے بغیر حقیقی ٹرائل نہیں ہوسکتا، اس لیے میں نے قرآن پاک کو (نعوذ باللہ) سزا دے دی۔ مبصرین کے مطابق اس ساعت کے بعد امریکہ میں اسلام مخالف انتہاء پسندوں کی حوصلہ افزائی ہوئی، کیونکہ پاکستان میں تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی دفعات کو اقلیت کے خلاف قرار دینے والے امریکہ نے اپنے ملک کی مسلم اقلیت کے خلاف امتیازی سلوک کی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔

ملعون ومردود امریکی عیسائی پادری اسلام، قرآن، نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی دشمنی میں ایسے اندھے اور پاگل ہو چکے ہیں کہ ان کے دل ودماغ اور فکر ونظر سے صحیح اور غلط، حق اور باطل میں امتیاز مفقود اور رخصت ہو چکا ہے، اس لیے کہ جس کلام مقدس ومطہر نے حضرت بی بی مریم علیہا السلام کی پاکدامنی کی گواہی دی، جس عظیم کتاب نے یہودیت کی طرف سے بی بی مریم علیہا السلام پر لگائے جانے والے الزامات اور بہتانوں کا دفاع کیا، جس کلام الٰہی نے ان کو صدیقہ کے لقب سے نوازا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی مکمل تفصیلات کو بیان کیا، اور گہوارے میں ہوتے ہوئے ان کا اقرار (کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، مجھے اللہ نے کتاب دی، اللہ تعالیٰ نے مجھے منصب نبوت عطا کیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے بابرکت بنایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی) تفصیل سے ذکر کر کے دنیائے عیسائیت پر عظیم احسان کیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کی عفت، پاکدامنی اور پاکیزگی کی صفائی اور گواہی نہ دیتا تو عیسائی دنیا قیامت تک یہودیوں کے پروپیگنڈوں کے سامنے شرمندگی سے سر نہ اٹھا سکتی تھی اور نہ

ہی ان کے اتہامات اور الزامات کا دفاع کر سکتی تھی، لیکن قرآن کریم نے نہ صرف یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اولوالعزم اور برگزیدہ نبی ہونے کی تصدیق کی، بلکہ یہودیوں کی جانب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام پر لگائے جانے والے تمام اتہامات اور الزامات کا منہ توڑ جواب بھی دیا، لیکن یہ ملعون، ناپاک اور بدبودار عیسائیت کے نام نہاد پیروکار، غلیظ و پلید پادری پھر بھی اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔

ملعون پادری ٹیری جونز کا لوگوں کو اس شرمناک فعل اور مذموم حرکت میں شرکت کے لیے دعوت نامے تقسیم کرنا، امریکی مقامی انتظامیہ کا مجرمانہ خاموشی اختیار کرنا اور ان ناپاک پادریوں کو اس گھناؤنی حرکت سے باز رکھنے کے لیے موثر اقدامات نہ کرنا، اور اس کے بعد امریکی کانگریس کی کمیٹی کا مسلمانوں میں دہشت گردی کے رجحانات کے جائزے کے نام پر متعصّبانہ سماعت کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مسلمانوں کو مذہبی تنگ نظری اور عدم برداشت کا طعنہ دینے والے خود تشدد پسند، برداشت سے عاری اور متعصب ہیں۔ ورنہ بتلایا جائے کہ جو امریکہ اور اس کے حواری پاکستان میں کسی خود ساختہ واقعے پر مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی کی مذمت کرتے دیر نہیں لگاتے، انہوں نے ان پلید پادریوں کی اس ناپاک جسارت کو ابھی تک مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی کیوں قرار نہیں دیا؟

الحمدللہ! مسلمان جس طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں، اس طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم وتکریم اور عزت وحرمت کو بھی فرض گردانتے ہیں۔ مسلمان جس طرح قرآن کریم کا ادب واحترام کرتے ہیں، اسی طرح تورات، انجیل اور زبور کا ادب کرنا بھی اپنے اوپر لازم، فرض اور ضروری قرار دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک جس طرح کسی نبی کی ادنیٰ توہین یا تنقیص سے کفر لازم آتا ہے، اسی طرح کسی نبی پر نازل شدہ کتاب یا صحیفہ کے انکار، توہین یا تنقیص سے بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جائے کہ متعصب، متشدد اور مذہبی تنگ نظر مسلمان ہیں یا یہ مغربی اقوام؟

☆☆☆

اے نوجواں مسلم!

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

کبھی اے نوجواں مسلم تدبّر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

وہ سترہ سال کا نوجوان تھا یا بائیس سال کا، مگر اس میں مسلم حمیّت تھی۔ اللہ کے نبی نے فرمایا تھا:

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر زیادتی کرتا ہے نہ دشمن کے مقابلے میں اسے تنہا چھوڑتا ہے نہ اُسے دشمن کے حوالے کرتا ہے۔''

راجہ داہر کے غنڈوں نے کھلے سمندر میں زیادتی کی تھی۔ سراندیپ سے بصرہ جانے والے بحری جہاز کے مسلمان مسافروں کو لوٹ لیا تھا۔ یتیم بچوں اور بے سہارا عورتوں کو قید کر کے اندروں سندھ لے گئے تھے۔

بچے اور عورتیں بھی اُس وقت جانتی تھیں کہ وہ بے سہارا نہیں۔ ایک عورت نے آواز لگائی۔ اے حجاج! اے امیر کیا تجھے ہماری بھی خبر ہے؟ بس ہوا کے دوش پر خبر اموی نائب السلطنت حجاج کو پہنچی اس کی غیرت جوش میں آ گئی وہ بے چین ہو گیا۔ اس نے نفیر عام کا اعلان کیا۔ بھرتی کے لیے مسجد میں آنے والوں میں نوجوان زیادہ تھے۔ ان نوجوانوں میں خود اس کا بھتیجا اور داماد محمد بن قاسم بھی تھا۔

لشکر تیار ہو چکا تو حجاج نے امارت کے لیے جوانوں پر نظر ڈالی۔ اسے اپنا ہی بھتیجا اس قابل نظر آیا اور وہ واقعی امیر عسکر ہونے کے لائق تھا۔ حجاج نے اسے عسکری سیاسی اور حربی نصیحتوں کے علاوہ اخلاق و کردار کی عظمت بارے بھی نصیحتیں کیں۔ حجاج کے نصائح میں سے بنیادی یہ تھیں کہ کسی پر زیادتی نہ کرنا، اعلاء کلمۃ اللہ ہی کو مقصود بنانا۔ نماز اور دیگر فرائض میں کوتاہی نہ کرنا۔ اپنی تمام حاجات اللہ ہی کے سامنے پیش کرنا......

لشکر روانہ ہو گیا۔ کراچی کے قریب دیبل میں واقع ہندوؤں کے بڑے مندر کے اونچے نشان کے گرنے کی دیر تھی کہ شہر فتح ہو گیا۔ شہیدوں کی قبریں آج بھی ملیر کے قبرستان میں دعوت جہاد دے رہی ہیں۔ ابنِ قاسم بڑھتا رہا۔ اس نے مسلمان قیدی بچوں اور عورتوں کا سراغ لگایا۔ ان کو آزاد کروایا۔ انہیں بتایا کہ تمہارا امیر اور تمہارے مجاہد بھائی سوئے ہوئے نہیں اور بے حمیت بھی نہیں، اسلام صرف اپنے مظلوموں کی مدد کے لیے تو آیا نہیں اس کا اعلان ہے **لیظھرہٗ علی**

انتظامیہ

الدین کلہ. تمام باطل ادیان پر اسلامی عدل کو غلبہ دلانا، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا رکھا ہے۔

ایرانی شاہی دربار میں دعوت و جہاد کے لیے مسلم جوانوں کا وفد پہنچا تھا۔ وہاں پہریداروں نے طنز کرتے ہوئے مجاہدوں کی چیتھڑوں میں لپٹی تلواروں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ کیا ان کے ساتھ تم ایرانی سپر پاور سے ٹکرانے آئے ہو۔ اور حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ کی تجویز پر شاہی درباری ایک مضبوط ڈھال لایا تھا جسے حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی چیتھڑوں میں لپٹی تلوار سے بہ اَدنیٰ تأمّل دو ٹکڑے کر دیا تھا۔ مجاہد نے کہا تھا ''ہتھیار نہیں لڑتے ہتھیاروں کے پیچھے جذبے لڑتے ہیں۔''

مجاہد نے شاہ کے سامنے اعلان کیا تھا کہ ہم تو بھیجے ہی اس لیے گئے ہیں کہ بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر بندوں کے رب کی بندگی میں لائیں اور دنیا کی تنگی سے نکال کر انہیں دین کی وسعتیں دکھائیں...... بات چیت کامیاب نہ ہوئی تو پھر دنیا نے دیکھا کہ سپر پاور ایران کو شکست ہوئی اور وہ اسلامی حکومت کے زیرِنگیں آ گئی۔ جبکہ دوسری سپر پاور روم بھی مقبوضہ اسلام قرار پائی۔ مسلم جوان مدینہ سے نکل کر مشرق میں سرزمین ہند، شمال میں داغستان، مغرب میں مصر سے آخری کنارے مراکش الجزائر کو فتح کرتے ہوئے یورپ، اندلس کو فتح کر کے فرانس میں داخل ہو چکے تھے۔ خاقان چین جزیہ دے رہا تھا۔ بس چند بدنصیب علاقے یورپ اور آسٹریلیا کے باقی رہ گئے تھے۔ دیکھیں وہاں کب اسلامی عدل جلوہ افروز ہوتا ہے۔ اسلام غالب ہونے کے لیے آیا ہے۔ مگر خوش نصیب ہیں وہ نوجوان جو اصحابِ رسول کے قدموں پر چل کر محمد بن قاسم، خالد بن ولید، قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد، صلاح الدین ایوبی، محمد غوری، محمود غزنوی اور احمد شاہ ابدالی بن کر دکھاتے ہیں۔ ایک صبح کا ستارہ ملّا محمد عمر مجاہد قندھار سے طلوع ہوا ہے۔ دیکھیں، کون کون اس کے دست و بازو بن کر اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب بنتے ہیں۔

قسط: ۱۸

ورق ورق زندگی

پروفیسر خالد شبیر احمد

تحریکِ ختمِ نبوت کا ایک یادگار جلسہ:

چنیوٹ سے لائل پور (فیصل آباد) آکر میں نے جماعتِ احرار کی مقامی مجلس سے اپنا تعلق استوار رکھا، احرار کی ہر نوع کی سرگرمی میں شامل رہا اور جماعتی جلوس اور جلسوں میں باقاعدہ باوردی شمولیت جو کہ میری فطرت بن چکی تھی اسے برقرار رکھا۔ تحریک تحفظِ ختمِ نبوت کے ابتدائی دنوں میں مجلس احرار لاہور کی طرف سے بیرون دہلی دروازے کے باغ میں جلسہ تھا۔ پنجاب کے مختلف شہروں سے ہزاروں کی تعداد میں احرار کے باوردی رضا کاروں نے اس جلسے میں شمولیت کی اور میں بھی لائل پور کے جیش میں ایک رضا کار کی حیثیت میں لاہور کے اس جلسہ میں شریک ہوا۔ سب سے اہم تقریر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ تقریر اپنے جوبن پہ تھی۔ ردِ قادیانیت موضوع تھا اور فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہی تھی کہ اچانک مولانا ظفر علی خان مرحوم سٹیج کے پیچھے سے دو آدمیوں کے سہارے تشریف لائے۔ امیر شریعت نے مولانا کا اپنے مخصوص انداز میں استقبال کیا، اُن کے دونوں رخساروں کو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں میں کیا اور کہا کہ ''ظفر علی تمہارے ''ستارۂ صبح'' نے میں قلب وجگر میں آگ لگا دی تھی۔''

میں اپنی زندگی میں پہلی دفعہ مولانا ظفر علی خان کو دیکھا تھا اور وہ بھی اس طرح کہ میں اس وقت اتفاقاً سٹیج کے بالکل قریب کھڑا تھا، اُن پر رعشہ طاری تھا اور اُن کا سارا جسم کانپ رہا تھا یہی وجہ تھی کہ اُنہیں دو آدمیوں کے سہارے کی ضرورت تھی جو اُنہیں سٹیج تک لے آئے تھے۔ اس جلسہ میں امیر شریعت نے ردِ قادیانیت کے بارے میں جو کچھ کہا وہ تو اس وقت مجھے یاد نہیں ہے۔ یہ جلسہ قادیانیوں کی ضمنی انتخابات میں بری طرح شکست کے موضوع پر اظہارِ تشکّر کے لیے منعقد کیا گیا تھا۔ الیکشن میں کھڑے ہونے والے قادیانی امیدواران اپنے ہر حلقے سے مسلم لیگ کی حمایت کے باوجود احرار کی مخالفت کی وجہ سے شکست سے دوچار ہوئے تھے، زیادہ تر یہی بات آپ کی تقریر کا موضوع رہی ہوگی۔ بہر حال ایک تاریخی فقرہ بھی امیر شریعتؒ نے اس تقریر میں ارشاد فرمایا تھا جو مجھے مرتے دم تک یاد رہے گا۔ وہ فقرہ یہ تھا:

''کہ میں تو پہلے ہی باز آنے والا نہیں تھا اور اب تو مجھے میاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام آرہے ہیں۔ کہ بیٹا اس

محاذ (یعنی ردِّ قادیانیت کے محاذ) پر ڈٹے رہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

جب آپ نے اپنی تقریر میں یہ فقرہ کہا تو پھر مجمع پر جو کیفیت طاری ہوئی اُسے میں بیان کرنے پر قادر نہیں ہوں۔ مجمع یک دم پُر جوش انداز میں کھڑا ہوگیا اور امیر شریعت زندہ باد، مجلس احرارِ اسلام زندہ باد کے نعروں سے پوری فضا کومسحور ہوگئی۔ جلسہ تو ختم ہوگیا لیکن نہ جانے کیوں میں اس فقرے کے بارے میں فکرمند ہوا کہ آپ نے یہ بات کیسے کہی۔ کیا خود امیر شریعت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی سعادت حاصل ہوئی یا پھر اور کس طرح یہ پیغامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم امیر شریعت تک پہنچا۔ چنانچہ ادھر اُدھر میں نے جب اس سلسلے میں اپنے سے بڑے اور امیر شریعت کے قریبی ساتھیوں سے پوچھنا شروع کیا جن میں مولانا عبیداللہ احرار صدر مجلس احرارِ اسلام لائل پور بھی شامل تھے تو مجھے یہ بتایا گیا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور اُنہیں خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

''میرے بیٹے عطاء اللہ کو میری طرف سے سلام کہنا اور اُسے تاکید کرنا کہ ردّ قادیانیت کے محاذ پر ڈٹا رہے میں اُس کے ساتھ کھڑا ہوں۔''

میں کیوں نہ رشک اُس کے نصیب پر کروں
آئے پیام جس کو رسالت مآب کا

کالج میں داخلہ کا مسئلہ:

طارق آباد سکول میں تین برس تک میں چونکہ باقاعدہ ہاکی کھیلتا رہا اور میرا یہ شوق اپنے عروج پر رہا، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ شہر کے دونوں کالج گورنمنٹ کالج اور زرعی کالج (جو اس وقت تک کالج ہی تھا یونیورسٹی نہیں بنا تھا) کے سینئر ہاکی کھلاڑی مجھے اور میرے دوست بشیر کے پاس آکر اپنے اپنے کالج میں داخلہ لینے کے لیے بار بار کہتے تھے۔ دونوں طرف سے ہمیں ''فری'' داخلہ اور فل فیس رعایت کی پیشکش کی گئی۔ زرعی کالج والوں نے تو اپنے ہاسٹل میں کمرے کی بھی ''آفر'' اور خوراک و رہائش تک مفت کر دینے کا بھی وعدہ کیا۔ حتیٰ کہ ہم دونوں آزمائش میں پڑ گئے اور اکثر ایک دوسرے سے مل کر سوچتے کہ کس کالج میں داخل ہوں۔ بہرحال ایک فیصلہ ہم دونوں نے مشترکہ طور پر یہ ضرور کر لیا تھا کہ جس کالج میں بھی داخل ہوں اکٹھے ہی ہوں گے۔ لیکن یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہوا کہ بشیر تو زرعی کالج میں داخل ہوگیا اور میں گورنمنٹ کالج داخل ہوگیا دونوں اس سے بے خبر ہی رہے یا پھر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بشیر اکیلا زرعی کالج والوں کے قابو آگیا اور میں گورنمنٹ کالج والوں کے، بہرحال ہم دونوں ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ اور یہ دونوں کالج ایسے کالج تھے جن کی ہاکی کے حوالے سے خصوصاً آپس میں خاصی رقابت تھی۔ ان کے درمیان

جب کبھی یونیورسٹی میچ ہوتا تھا پورا شہر دیکھنے کے لیے آجاتا تھا۔اورنعرے بازی سے فضا گونج اٹھتی تھی۔نعرے بھی کچھ ایسے مزیدار ہوتے کہ غیر جانب دارلوگ بھی اُن نعروں سے محظوظ ہوئے بغیر نہ رہ سکتے۔مثلاً زرعی کالج والے گورنمنٹ کالج کے خلاف جو نعرے عموماً لگاتے وہ کچھ ایسے ہوتے''سُرخی پوڈر۔ہائے ہائے۔کنگھی شیشہ ہائے ہائے''اس کے جواب میں جونعرے گورنمنٹ کالج کے حامی زرعی کالج کی ٹیم کے خلاف لگاتے تھے وہ کچھ اس طرح کے ہوتے تھے''ہل پنجالی ہائے ہائے، گاجر مولی ہائے ہائے''۔ہم سکول کے زمانہ میں یہ میچ دیکھنے ضرور جاتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ ان دونوں کالجوں کے سینئر کھلاڑی ہمارے واقف تھے۔زرعی کالج کے سینئر کھلاڑی چودھری غلام رسول اور اولیمپئین کھلاڑی جو بعد میں اس پاکستان ہاکی ٹیم کے نائب کپتان تھے جب ۱۹۶۰ میں پاکستان روم اولمپک میں پہلی دفعہ بھارت کو شکست دے کر چیمپئین بنا تھا۔اور گورنمنٹ کالج کے سینئر کھلاڑی غلام سرور اعوان تھے۔جو بعد میں کراچی میں پنجابی گروپ کے لیڈر بن کے ابھرے۔جبکہ سندھی، بلوچی، پٹھان گروپوں نے وہاں ایک منظم صورت اختیار کرلی تھی۔اور ایک مدت تک سرور اعوان کے چرچے اخباروں کی زینت بنے رہے۔

مجھے بشیر سے جدا ہونے کا افسوس تھا لیکن اب جو کچھ ہونا تھا ہوگیا۔میں گرمی کی چھٹیوں سے پہلے تک گورنمنٹ کالج کی ہاکی ٹیم کا رکن رہا اور اس دوران جتنے بھی میچ ہوئے ان میں میں نے گورنمنٹ کالج کی ہاکی ٹیم کے ایک رکن کی حیثیت سے شمولیت کی۔اور یہی بات بشیر کی بھی تھی کہ وہ زرعی کالج کی ہاکی ٹیم کا رکن تھا۔بہر حال ہم آپس میں ملتے تو اس پر اپنے آپ کا مذاق اڑاتے گورنمنٹ کالج سے زرعی کالج۔لیکن جب گرمی کی چھٹیاں ہوئیں تو پھر چودھری غلام رسول مرحوم نے دوبارہ مجھ سے رابطہ کیا اور مجھے اپنے کالج''مائی گریشن'' کے لیے کہنا شروع کردیا۔یہ باقاعدہ مہم تھی جو انہوں نے مجھے اپنے کالج لے جانے کے لیے شروع کردی تھی۔ابتدا میں تو میں انکار ہی کرتا رہا لیکن بالآخر وہ مجھے اپنے کالج لے جانے میں کامیاب ہوگئے۔اور گرمی کی چھٹیوں کے بعد میں گورنمنٹ کالج کے طالب علم کی بجائے زرعی کالج کا طالب علم تھا۔میرے اس فیصلے پر گورنمنٹ کالج کے کھلاڑی مجھ سے ناراض ہوگئے اور خاص طور پر گورنمنٹ کالج ہاکی ٹیم کے انچارج اور کوچ چوہدری غلام رسول وڑائچ جو کہ گورنمنٹ کالج کے ڈی۔پی۔ای بھی تھے اور کھلاڑیوں میں اپنی بڑی اہم خصوصیات کی بنا پر بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے وہ تو بہت ہی ناراض ہوگئے اور اُنہوں نے کہا شبیر نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔بہر حال جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا اور میں پھر سے اپنے اسکول کے ساتھی بشیر کے ساتھ زرعی کالج میں جاملا۔اور ہم دونوں نے اپنی تعلیم اور ہاکی کا سلسلہ شروع کردیا۔

زرعی کالج کا ماحول:

زرعی کالج میں پہلا دن فرسٹ ائیر فول کے شور شرابے میں گزر گیا۔میں زرعی کالج میں سرے سے اجنبی تھا۔صرف چند ہاکی کے کھلاڑی ہی میرے شناسا تھے۔جبکہ گورنمنٹ کالج میں، میں نے اپنا ایک خاص گروپ بنالیا تھا۔جس میں بڑے اچھے چند دوست جن کے ساتھ میری دوستی بعد میں بھی برقرار رہی میرے ساتھی تھے پہلے دن ہی زرعی کالج میں مجھے یہ احساس ہوگیا تھا کہ

یہاں کا ماحول مجھے راس نہیں آئے گا۔ کیونکہ اس کالج میں شہر کے لڑکے باہر کے لڑکوں سے بہت کم تھے۔ پورے ملک سے طالب علم یہاں اس کالج میں اکٹھے ہوگئے تھے۔ جس سے ماحول میں وہ اپنائیت مفقود تھی جو گورنمنٹ کالج کے در و دیوار سے میرے اُنس کا سبب تھی اور پھر یہاں کی تعلیم بھی کچھ میرے مزاج کے مطابق نہیں تھی۔ یہاں اس کالج میں وہ سب کچھ ایف۔ ایس۔ سی میں پڑھا دیا جاتا ہے۔ فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، باٹنی، میتھی میٹک کے علاوہ زرعی حوالے سے ہل چلانا، گندم کاشت کرنا، اور پھر اس کے علاوہ کئی اور ایسے کام جو میرے مزاج کے مطابق نہیں تھے وہاں کرنے پڑے تو ہوش ٹھکانے پر آ گئی۔ لیکن اب مرتا کیا نہ کرتا کی مصداق اسی کالج میں پڑھنا تھا کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔ پھر کالج کے اوقات بھی ایسے کہ جن کی پابندی میرے لیے انتہائی مشکل تھی۔ صبح سویرے سات بجے کالج شروع ہوجاتا تھا۔ بارہ بجے ایک گھنٹے کی تفریح جس میں گھر آ کر کچھ کھالیتا اور پھر کالج چلا جاتا اور پھر تین بجے تک کلاس میں رہنا اور پچھلے پہر پھر ہاکی گراؤنڈ پر۔ جس دن سائیکل خراب ہوجاتی تو مسئلہ بن جاتا۔ کالج والوں سے جب بھی بات ہوتی تو اُن کا صرف ایک ہی جواب ہوتا کہ نیو ہاسٹل میں تمہیں کمرے کی چابی دے رکھی ہے وہیں رہو اور کھانا پینا تمہارا مفت ہے۔ پھر تم ایسا کیوں نہیں کرتے لیکن ہاسٹل میں میری طبیعت لگتی ہی نہ تھی۔ جب کبھی مضامین کے مشکل ہونے کی بات کرتا تو چودھری غلام رسول کا جواب ہوتا کہ تم میرے گھر پر آ جایا کرو میں تمھیں سائنس کے مضامین مفت میں پڑھا دوں گا۔ کچھ عرصہ میں نے ایسے بھی کیا لیکن زیادہ دیر تک یہ سلسلہ بھی جاری نہ رہ سکا۔ بس صرف اُس وقت میری بوریت قدرے کم ہوتی جب میں گراؤنڈ پر ہاکی کھیل رہا ہوتا۔ مجھے اتنا شوق تھا کہ ہاکی پر میں ان تمام مشکلات کو برداشت کرتا رہا اور وقت گزرتا چلا گیا۔ لیکن میں نے یہ فیصلہ بھی کرلیا تھا کہ مجھے یہ کالج چھوڑنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ یہ لوگ تین سال تک تو میرے نخرے برداشت کریں اور جب میں ایف۔ ایس۔ سی میں فیل ہوجاؤں گا تو پھر میرا تعلیمی مستقبل تاریک ہوجائے گا اور میں کہیں کا بھی نہیں رہوں گا۔ کیونکہ یونیورسٹی کی سپورٹ بورڈ کا یہی قانون تھا کہ ایک لڑکا ایف۔ ایس۔ سی کے دوران صرف تین سال تک کھیل سکتا ہے۔

کوئٹہ گورنمنٹ کالج سے میچ اور کوئٹہ روانگی (نومبر ۱۹۵۲)

انہی حالات میں یونیورسٹی ہاکی ٹورنامنٹ کا آغاز ہوگیا۔ اور ہمارا پہلا میچ گورنمنٹ کالج کوئٹہ سے طے پا گیا۔ اُن دنوں پنجاب یونیورسٹی کی حدود کوئٹہ تک تھیں۔ اب میں نے ہاکی کی طرف زیادہ توجہ دینا شروع کردی۔ تعلیمی سرگرمیوں میں پہلے ہی تسلسل نہ تھا۔ جبکہ ہاکی زور شور سے شروع ہوگئی۔ تو بوریت بھی قدرے کم ہوئی۔ پھر وہ دن بھی آ گیا جب ہم کوئٹہ کے لیے لائل پور سٹیشن سے رات کو ریل گاڑی کے ذریعے روانہ ہوئے یہ ایک لمبا سفر تھا۔ جو اس لحاظ سے تو بور تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ لیکن چونکہ ٹیم کے ہمراہ تھا اس لیے جب آپس میں بات چیت کی طرف متوجہ ہوتے تو ذرا دھیان بٹ جاتا۔ رات کے بعد صبح ہوئی دوسرا سارا دن بھی سفر میں ہی رہے اور پھر کہیں رات کو اللہ اللہ کر کے ہم کوئٹہ ریلوے سٹیشن پر

اُترے تو جان میں جان آئی۔ ''مچ'' ریلوے سٹیشن پر ریل گاڑی کے آگے دو انجن لگا دیے گئے پھر بھی گاڑی کی رفتار اتنی کم تھی کہ گاڑی سے اُتر کر ضروریات پوری کر کے بھی دوبارہ گاڑی پکڑی جا سکتی تھی۔ بہر حال کوئٹہ ریلوے سٹیشن پر گورنمنٹ کالج کوئٹہ کے ہاکی انچارج اور زرعی کالج کے فارغ التحصیل لڑکے جو وہاں پر محکمہ زراعت میں نوکری کر رہے تھے ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے۔ سامان سٹیشن سے باہر لایا گیا اور ہمیں گورنمنٹ کالج کوئٹہ میں ایک بڑے کمرے میں ٹھہرنے کے لیے جگہ دے دی گئی۔ ہماری ٹیم میں چودھری غلام رسول اور منظور باجوہ سینئر کھلاڑی تھے۔ جن کی شہرت بطور ہاکی کھلاڑی پورے ملک کے اندر ایک خاص مقام حاصل کر چکی تھی۔ اخبارات میں اُن کے کھیل کے بارے میں جو تاثرات بیان کیے جاتے تھے وہ اتنے حوصلہ افزا تھے کہ اُن کے بارے میں یہ خیال یقین کی صورت اختیار کر چکا تھا کہ وہ کسی دن ضرور پاکستان ہاکی ٹیم میں شامل ہو جائیں گے۔ باقی ہم چند لڑکے جونیئر بھی تھے جن میں خاص طور پر میں سب سے جونیئر تھا۔ حمید ہمارا گول کیپر، حافظ نذیر ہمارے لیفٹ ہاف، میری ہاکی میں پوزیشن رائٹ ہاف کی تھی جبکہ چودھری غلام رسول جو ہمارے کپتان بھی تھے سنٹر ہاف تھے۔ وہ ایم۔ ایس۔ ای کے اُس وقت طالب علم تھے۔ اور منظور باجوہ فل بیک بھی ایم۔ ایس۔ ای فائنل میں ہی تھے۔ ہم اپنے میچ سے دو تین روز پہلے ہی کوئٹہ پہنچ گئے تھے، کوئٹہ کے گراؤنڈوں سے مانوس ہونے کے لیے ایسا ضروری تھا کیونکہ کوئٹہ میں گراسی گراؤنڈ نہیں تھے۔ چٹیل میدان پر ہی کھیلنا پڑتا تھا۔

کوئٹہ شہر:

کوئٹہ انتہائی خوبصورت، صاف ستھرا اور ہر لحاظ سے حسین اور دلکش تھا۔ صرف ایک بار دیکھا جبکہ دوسری دفعہ دیکھنے کی حسرت آج تک پوری نہ ہو سکی۔ وسیع سڑکیں اور اچھے ہوٹل، سڑکوں کے کنارے خشک فروٹ کے درخت، سستا فروٹ اور سستی روٹی مجھے آج بھی یاد ہے کہ ایک روٹی ہم دو مل کر کھاتے تھے۔ چھوٹے گوشت کا قورمہ انتہائی لذیذ مگر سستا اتنا کہ ہم حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ جاتے تھے۔ کوئٹہ کے باسیوں کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ سارے پاکستان کے صحت مند لوگ یہاں پر آ کر آباد ہو گئے ہیں۔ نومبر کے مہینے میں ہمیں تو سخت سردی کا سامنا تھا لیکن ہمارے پٹھان دوست جو کہ زرعی کالج کے فارغ التحصیل تھے اور ہمہ وقت ہماری خدمت پر مامور تھے وہ ہمیں یہ کہتے کہ یہ تو کوئی سردی نہیں ہے، اللہ کرے کہ آپ لوگ سردی سے پہلے واپس چلے جائیں ورنہ ہماری ڈیوٹی میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ نومبر کے مہینے میں بھی وہاں کے غسل خانے اس قدر ٹھنڈے تھے کہ نہاتے ہوئے بے ہنگم آوازیں نکل جاتی تھیں۔

''یوحنا جھیل، یوحنا ویلی'' یہاں کے قابلِ دید مقامات تھے جو ہم نے میچ سے پہلے بھی دیکھے اور بعد میں بھی وہاں

گئے ۔ بہر حال کوئٹہ شہر اپنی صفائی، کھلی سڑکوں، کشادہ اور اونچی عمارتوں والے ہوٹلوں اور صاف ستھری دکانوں کی وجہ سے بہت پسند آیا۔ البتہ رہائشی مکانات عموماً اس طرح کے نہیں تھے جیسے ہمارے ہاں کے ہوتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ کوئٹہ کا وہ زلزلہ تھا جس نے پورے ہندوستان کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔ بہر حال وہ دن بھی آ گیا جو ہمارے میچ کا دن تھا۔ گورنمنٹ کالج کا گراؤنڈ ایک چٹیل میدان کی شکل میں تھا جب ہم کھیلنے کے لیے اُترے تو دل دھک دھک کر رہا تھا۔ وہ اس لیے کہ گورنمنٹ کالج لائل پور کی طرف سے الٹی میٹم مل چکا تھا اور اگر ہم یہاں سے جیت کر واپس جاتے تو اُن سے ہمارا دوسرا میچ تھا۔ ہم پر اس بات کا پریشر تھا کہ اگر ہم یہاں سے ہی نہ جیت سکے تو لائل پور میں تو ہماری بڑے بے عزتی ہوگی لہذا یہاں کا میچ لازماً جیتنا چاہیے۔

ہاکی میچ:

ہمارا یہ میچ دیکھنے کے لیے کوئٹہ شہر کے اکثر لوگ گراؤنڈ پر موجود تھے، ایک طرف کرسیاں ہی کرسیاں تھیں۔ جن پر گورنمنٹ کالج کے اساتذہ، پرنسپل اور شہر کے معززین تشریف فرما تھے۔ اور ایک طرف گورنمنٹ کالج کے طالب علم اور طالبات تھیں، میں یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ اس وقت بھی اس کالج میں ''کو ایجوکیشن'' تھی اور لڑکیاں بھی بڑی ماڈرن تھیں ان لڑکیوں نے جب میچ شروع ہوا تو ہمیں سب سے زیادہ ''ہوٹ'' کیا۔ ہمارے خلاف بڑے زور وشور سے نعرہ بازی انہی لڑکیوں نے کی۔ وہ کہہ رہی تھیں کہ گاجر مولی کھانے والے پستہ بادام کھانے والوں سے مقابلے کے لیے آ گئے ہیں۔ ہمارے مددگاروں میں صرف ہمارے انچارج ڈاکٹر پروفیسر عبدالحفیظ اور وہ چند پٹھان بھی تھے، جن کا تعلق زرعی کالج سے رہا تھا اور جو وہاں سے گریجویشن کر کے یہیں کوئٹہ میں محکمہ زراعت میں ملازمت کر رہے تھے۔

میچ اُس وقت ہمارے لیے ایک بڑا مسئلہ بن گیا جب ہمارے خلاف ایک گول ہو گیا جس کو برابر کرنے کے لیے ہم انتہائی کوشش کرتے رہے۔ لیکن گول اُترنے کا نام ہی نہیں رہا تھا اور پریشر وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا، کئی دفعہ ہمیں شارٹ کارنر کا موقعہ بھی ملا۔ لیکن ناکامی ہی رہی۔ ہاف ٹائم کے بعد جب میچ دوبارہ شروع ہوا تو پھر ہم نے جدوجہد تیز سے تیز کر دی اور ہمیں ایک ''شارٹ کارنر'' کا موقعہ ملا۔ جس پر چودھری غلام رسول مرحوم نے گول کر کے میچ برابر کر دیا۔ ہماری جان میں جان آئی اور ہمارے حوصلے کو تقویت حاصل ہوئی تو پھر ہم نے یکے بعد دیگرے دو گول اور کر دیے اور جب میچ ختم ہوا تو ہمیں ہمارے مقامی ساتھیوں نے اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا۔ اور پورے گراؤنڈ کا چکر لگایا۔ اس فتح پر ہماری خوشی اس لیے بھی تھی کہ اب ہم لائل پور فاتح کی حیثیت میں داخل ہوں گے اور گورنمنٹ کالج لائل پور کے ساتھ میچ کھیل سکیں گے۔ شام تک اس فتح کا جشن مناتے رہے۔ ہمارے میزبان پٹھان دوست ہم پر بڑے خوش تھے اُنہوں نے

ایک اچھے ہوٹل میں ہمیں کھانے کی دعوت دی اور یہ بھی کہا کہ انشاء اللہ کل ہم آپ کو زیارت کی سیر کے لیے لے کر چلیں گے۔ جس سے ہمیں انتہائی خوشی ہوئی کہ زیارت کو دیکھنے کا موقعہ ہمارے لیے ایک بڑی اچھی سیر تھی جس کا شوق ہمیں شروع سے ہی تھا۔ اور جس کا ذکر ہم اپنے پٹھان دوستوں سے کرتے بھی رہتے تھے۔

زیارت کی زیارت کو:

دوسرے دن صبح کے ناشتہ سے فارغ ہو کر ہم محکمہ زراعت کوئٹہ کی ایک وین پر اپنے پٹھان دوستوں کے ساتھ زیارت کے لیے روانہ ہو گئے جو کوئٹہ شہر سے تقریباً ستر میل کے فاصلہ پر تھا۔ ہمارے ان میزبان دوستوں نے بندوقیں بھی ساتھ رکھ لی تھیں کہ یہ ایک لازمی ہتھیار تھا جو وہ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور یہ تو پھر سفر کا معاملہ بھی تھا۔ راستے میں ایک جگہ پر ہماری وین کو چند پٹھانوں نے اپنے گھیرے میں لے لیا جو شاید کسی خوشی کی تقریب میں شرکت کے لیے ڈھول ڈھمکے کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں ناچتے ہوئے ہمارے پاس سے گزر رہے تھے۔ ہمارے پٹھان دوستوں نے ہمیں کہا کہ انہیں کچھ نہیں کہنا آرام سے بیٹھے رہیں لیکن وہ تو ہمارے گھیراؤ کو طول ہی دیتے جا رہے تھے اور ہم ان کی اس حرکت پر خوش ہونے کی بجائے پریشان تھے کہ نہ جانے یہ ہمارے ساتھ کیا کریں گے۔ آدھ گھنٹے تک جیسے ہم اُن کی حراست میں رہے جس کے بعد ہمیں آزادی مل گئی اور ہم اپنے سفر کو دوبارہ شروع کر سکے۔ ابھی کچھ دور ہی آگے گئے تھے کہ چودھری غلام رسول صاحب نے اچانک شور مچا دیا کہ ''بندوق دو، بندوق دو۔'' اُن کی اس آواز نے ہمیں اس خدشے میں مبتلا کر دیا کہ شاید کہیں سے ہم پر حملہ ہو گیا ہے۔ انتہائی پریشانی میں پوچھا کہ کیا معاملہ ہے تو پتہ چلا کہ چودھری غلام رسول نے کہیں دور ہرن دیکھ لیے ہیں اُن کے شکار کے لیے بندوق طلب کر رہے ہیں۔ وین رُکی تو چودھری صاحب بندوق لے کر ہرنوں پر حملہ آور ہوئے۔ اب ہرن آگے آگے اور چودھری صاحب اُن کے پیچھے۔ ہرن بہت دور جا کر رُک جاتے تو چودھری صاحب دوسرا فائر کر دیتے، پٹھان دوست چودھری صاحب کے اس شکار پر صرف ہنس رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ چودھری صاحب آپ ایسے ہی بے کار دیر کر رہے ہیں۔ شکار کرنا ہی ہے تو واپس کوئٹہ چلے جاتے ہیں کہ زیارت تو ابھی دور ہے۔ بڑی مشکل سے چودھری صاحب سے بندوق واپس لی اور ہم اپنے سفر کو روانہ ہوئے۔ کچھ دیر بعد ہم زیارت میں تھے۔ اور بانیٔ پاکستان کا وہ بنگلہ جس میں وہ آرام کرنے کے لیے آجاتے تھے اور جہاں پر اُن کی زندگی کے آخری دن بسر ہوئے تھے ہمارے سامنے تھے۔ لکڑی کا یہ بنگلہ جس میں چند کمرے اور بڑی خوبصورت سیڑھیاں۔ پہاڑ کا دامن۔ اردگرد کا خوبصورت اور خوش نما فطری حسن یہ سب کچھ دل موہ لینے کے لیے کافی تھا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود کچھ بے رونقی سی بھی محسوس کی کہ مری اور دوسرے صحت افزاء مقامات کی طرح رونق نہیں تھی بلکہ ایک خاص قسم کی اُداسی اور بے کیفی تھی جس

نے سارے ماحول اور علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ اور مجھے خاص طور پر یہ بات کوئی اتنی اچھی نہیں لگی۔ ہم اُس لکڑی کے بنگلے میں جا بیٹھے اور دوپہر کا کھانا وہیں پر کھایا۔ اس بنگلے کے ایک ایک کونے کو دیکھا، پٹھان دوست ہمیں اس کے بارے میں جو اہم معلومات تھیں اس سے متعارف کراتے رہے اور پھر انہوں نے کہا کہ سنا ہے کہ بانی پاکستان اس پہاڑ کے جس کے دامن میں یہ بنگلہ تھا اس پر سیر کے لیے بھی جاتے تھے۔ ہم بنگلے سے باہر آ کر کافی دیر تک اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیتے رہے اور خوش گپیوں میں مصروف رہے۔ چودھری صاحب نے کہا کہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر دیکھا جائے کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف کیا ہے؟ کون سا علاقہ ہے اور کیسا ہے؟ ساری ٹیم کے لڑکوں نے اس بات کی تائید کر دی تو ہم اُن پٹھان دوستوں کی قیادت پہاڑ کی چوٹی سر کرنے کو چڑھ دوڑے یہ پہاڑ عام پہاڑوں سے ذرا مختلف تھا۔ پہاڑ پر چڑھتے عموماً مشکل پیش آتی ہے لیکن یہاں صورت حال مختلف تھی کہ چڑھائی چڑھتے ہوئے بھی محسوس یہ ہوتا تھا کہ کسی میدان میں ہی اوپر کی طرف چل رہے ایسی اونچائی نہیں تھی کہ مشکل پیدا کر دے۔ بڑے آرام سے ہم اوپر چڑھتے ہی چلے گئے۔ اور بڑی دیر کے بعد ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر دوسری جانب کا جائزہ لے رہے تھے۔ لیکن اسی دوران ٹیم کے اکثر لڑکے راستے ہی سے واپس چلے گئے تھے اور ہم چند دوست ہی جن میں چودھری غلام رسول صاحب ایک دو اور ساتھی چوٹی تک پہنچ پائے۔ جب ہم دوسری طرف دیکھ رہے تھے تو ایک میزبان پٹھان دوست نے ہمیں بتایا کہ یہاں سے اگر نیچے اتر کر جائے تو وہاں پر ایک ایسے اللہ والے کا مزار ہے کہ جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اُن کے مزار پر جو بھی دعا کی جائے وہ منظور و مقبول ہوتی ہے۔ چودھری صاحب نے فوراً کہا کہ نیچے اترنا چاہیے ہم نے اس کی تائید کر دی اور اُن پٹھان دوستوں کی قیادت میں پہاڑ کی دوسری جانب نیچے اترنا کا مشکل کام شروع کر دیا۔ اب ہم قدم قدم پر دیکھ بھال کے اُتر رہے تھے اور ہمیں جلدی احساس ہوا کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ پہاڑ چڑھتے ہوئے تو ہمیں کوئی مشکل پیش نہ آئی لیکن اُترتے ہوئے خاصی دقت ہو رہی تھی احتیاط بھی زیادہ کرنی پڑی۔ لیکن عزم جوان تھا کہ ہم آہستہ آہستہ نیچے کی طرف اترتے چلے گئے راستے میں ایک دو جگہوں پر ہم نے دیکھا کہ پہاڑ سے صاف پانی نکل رہا ہے ہم نے منہ لگا کر وہ پانی بھی پیا اور بالآخر ہم نیچے اتر کر اس بزرگ کی قبر پر پہنچ ہی گئے۔ ایک بڑے کمرے میں کوئی پانچ چھے گز سے بھی زیادہ لمبی قبر جس کے سر کی طرف ایک مٹی کا برتن تھا جس میں راکھ رکھی ہوئی تھی۔ پٹھان دوستوں نے بتایا یہ راکھ ہر مرض کے علاج کے لیے لوگ لے جاتے ہیں اور شفا ہو جاتی ہم سب نے وہاں پر دعا مانگی ایک دعا میں نے بھی مانگی جو بعد میں پوری ہوئی۔ اب واپسی کا پروگرام تھا پھر پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا اور دوبارہ جب ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو رات کی تاریکی نے پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور نیچے سے ہمیں آوازیں دی جا رہی تھیں کہ جلد واپس آؤ دیر ہو گئی ہے۔ نیچے سے اوپر کی طرف آتی ہوئی آواز

ماحول میں ایک عجیب وغریب قسم کا تاثر پیدا کر رہی تھی، ایک گونج جو رک رک کر اوپر کی طرف آتی محسوس ہوتی تھی۔ وہ آوازیں دے رہے تھے اور ہم اُن کی آواز کی گونج سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ پھر ہم نے فیصلہ کیا کہ اب واپسی دوڑ کر ہی ممکن ہے، چنانچہ ہم نے اوپر کی طرف سے نیچے دوڑنا شروع کیا تو بہت جلد ہم بانیٔ پاکستان کے بنگلہ تک پہنچے ہمارے انچارج پروفیسر ڈاکٹر عبدالحفیظ صاحب بہت ناراض ہوئے۔ اور کہا کہ اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو ذمہ داری تو میری تھی بڑی مشکل سے اُنہیں راضی کیا اور معافی مانگی پھر ہم رات کی تاریکی میں واپس کوئٹہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مجھے یاد ہے کہ چودھری غلام رسول نے کہا کہ آنکھیں بند کر کے اللہ اللہ کرتے چلو۔ زندگی ہوئی تو خیریت سے پہنچ جائیں گے۔ رات کافی دیر کو ہم واپس کوئٹہ آئے تو اللہ کا شکر ادا کیا۔ بہر حال زیارت دیکھنے کا شوق پورا ہو گیا۔ کوئٹہ سے دوسرے دن واپس روانہ ہو کے ہم بخیریت لائل پور آ گئے۔

ہمیں آج بھی اُن پٹھان دوستوں کی خدمت یاد ہے جنھوں نے ہمارے لیے وہاں بہت کچھ کیا ہمہ وقت ہمارا خیال رکھا اور ہماری خوب خاطر تواضع کی۔ صبح ہوتے ہی ہر کھلاڑی کی تمام جیبیں وہ خشک میوہ جات سے بھر دیتے تھے جو ہم سارا دن کھاتے رہتے۔ اُن کے خلوص اور محبت کو شاید بعد کوشش بھی فراموش نہ کر پائیں گے اللہ تعالیٰ اُنہیں اس کا اجر عطا فرمائے۔ (جاری ہے)

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

ماہانہ مجلس ذکرو اصلاحی بیان
29 نومبر 2012ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

میں نے قادیانیت کیوں ترک کی

چند تأثرات

قاری محمد آصف

یہ ۲۰۰۴ء کی بات ہے میں اپنے ایک دوست کے ہاں آیا تو وہ اپنے تعمیراتی کام پر کھڑے تھے اسی دوران نماز کا وقت ہوا تو میں نے نماز کے لیے کہا ساتھ ایک اور شخص بھی کھڑا تھا۔ جب میں نے اس کو نماز کے لے کہا تو اس نے کہا آپ پڑھ لو میں بعد میں پڑھ لوں گا۔ میرے پوچھنے پر پہلے تو اس نے کچھ نہ بتلایا جب بعد میں گفتگو ہوئی تو اس نے کہا میں احمدی ہوں۔ ہم کلمہ نماز روزہ سب کچھ کرتے ہیں مگر تمہارے مسلمانوں اور عالموں نے ہمیں مرتد اور کافر قرار دیا ہے۔ جب میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم مرزا قادیانی کو کیا مانتے ہو تو اس نے کہا کہ مرزا کو مسیح موعود مانتے ہیں، جس مسیح اور مہدی کے انتظار میں تم ہو ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ آ گیا ہے۔ اس ملاقات میں سرسری باتیں ہوئی کیونکہ نہ میں عالم اور نہ میرا مطالعہ۔

میں نے اس بارے میں اگلی ملاقات پر اس سے کہا حضرت مہدی سے پہلے تو حضرت عیسیٰ نے آنا ہے۔ اور جو نشانیاں حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ کے بارے میں قرآن وحدیث میں ہیں کیا مرزا ان پر پورا اترتا ہے؟ تو اس نے کہا ہم قرآن وحدیث سے اپنی بات ثابت کریں گے تم وقت نکالو اور ہمارے مربیّ کے پاس چلو۔ چند دن بعد میں اس کے ہمراہ ایک مربیّ مبشر احمد ظفر کے ہاں بیت الذکر نشتر چوک ملتان گیا۔ سلام دعا کے بعد اس مربیّ نے پہلے تو اپنی مظلومیت کا رونا رویا کہ کس طرح ہمیں ان مسلمانوں نے کافر و مرتد قرار دلوایا ہے۔ جب کہ ہم کلمہ نماز اور تمام ارکان اسلام پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اب مربیّ صاحب نے اپنی مظلومیت کا رونا رو کر مجھ سے اپنی ہمدردی حاصل کر لی۔ پھر امت مسلمہ کی فرقہ بندیوں اور آپس کے اختلافات بارے گفتگو کر کے اپنے آپ کو بھی اسلام کا ہی ایک فرقہ سمجھانے کی کوشش کی۔ پھر وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگر قرآن وحدیث سے وفات عیسیٰ ثابت ہو جائے تو مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہو جائے گی۔ یہ بات اس وقت بھی میرے ذہن میں آئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات یا حیات پر مرزا کے سچا ہونے کا کیا تعلق ہے۔ خیر میں سنتا رہا اور پھر وہاں آنا جانا لگا رہا۔ سب سے پہلے میں تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر کام کرنے والی ایک تنظیم کے دفتر گیا۔ وہاں ایک صاحب سے میں نے اپنا اشکال پیش کیا وہ اِدھر اُدھر کی گفتگو کرتے لیکن میرے سوال کا جواب نہ دیتے، بعد میں

انہوں نے اپنے رویہ میں سختی کی اور مجھ سے بے زاری کا اظہار کرنے لگے۔ جبکہ میرے ذہن میں جو بات تھی حیات عیسیٰ پر، وہ اس پر گفتگو ہی نہ کرتے جب مجھے قادیانی مربی ملتا تو پوچھتا سناؤ تمہارے عالم نے کیا جواب دیا تو میں نفی میں سر ہلا دیتا۔ وہ کہتا ان کے پاس جواب نہیں ہے اور نہ ہی یہ دیں گے، اس کے بعد میں شاہ رکن عالم کالونی ملتان میں واقع ایک مدرسہ میں گیا وہاں پر میری ملاقات حضرت مفتی آصف صاحب سے ہوئی میں نے تمام صورت حال واضح کی۔ لیکن انہوں نے بھی وہی معاملہ کیا۔ بجائے میرے اشکال پر کہ مجھے سمجھاتے وہ بات کا رخ دوسری طرف موڑ دیتے اور کہتے کہ آج کل دولت، عورت، زمین کے لیے لوگ قادیانی ہوتے ہیں یا غیر ملک جانا ہو۔ میں نے انہیں ہر ممکن تشفی کرائی کہ یہ معاملہ میرے ساتھ نہیں ہے۔ میں تو صرف تحقیق کے لیے آیا ہوں۔ لیکن انہوں نے قادیانیت کی طرف سے کسی سنجیدہ اشکال کے امکان کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر میرے ذہن میں بھی وسوسہ اٹھا کہ جو سوال میں کرتا ہوں یہ اس طرف کیوں نہیں آتے ادھر اُدھر کی باتیں کیوں کرتے ہیں۔ مربی صاحب پوچھتے تو میرا جواب نفی میں ہوتا۔ میرا مستقل وہاں آنا جانا لگا رہا میں متواتر قادیانیوں کے پروگراموں میں شامل ہوتا رہا جماعت کا ظاہری ڈسپلن، میل جول، پیار و محبت کی اداکاری نے مجھے بہت متاثر کیا اب وہ مجھے اپنا لٹریچر پڑھنے کو دیتے اور ہر پروگرام پر دعوت دیتے اور کہتے اگلی صدی مرزا صاحب اور احمدیت کے غلبہ کی صدی ہے۔ اور قادیانیت دنیا کے آخری کناروں تک پہنچ چکی ہے۔ آخر کار میں نے جماعت کا فارم پُر کیا اور احمدیت کے دائرہ میں داخل ہو گیا۔

کچھ عرصہ اپنے آپ کو چھپائے رکھا آخر کب تلک جب سب خاندان عزیز و اقارب دوستوں کو معلوم ہوا تو سب نے بائیکاٹ شروع کر دیا اور میں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے آزمائش سمجھتا رہا مجھے ان سے کسی قسم کا کوئی لالچ نہ تھا۔ بس تلاش حق میں بھٹک چکا تھا۔ ملتان میں جماعت احمدیہ کے تقریباً تمام قادیانی مجھے جانتے تھے، جماعت والوں نے میرے روزگار کے بارے میں مشورہ کیا اور پھر مجھے کہا کہ قاری صاحب آپ ہمارے بچوں کو قرآن پاک پڑھایا کریں۔ آپ کے روزگار کا سلسلہ چلتا رہے گا۔ اب اس پر وہ مجھے معقول معاوضہ دیتے اور پھر وہ میری عزتِ نفس بھی مجروح نہیں کرتے تھے تحفہ تحائف کے نام پر بھی امداد جاری رکھتے تھے۔ جب سے میں نے بچوں کو قرآن پڑھانا شروع کیا تو وہ بہت خوش ہوئے کیوں کہ مرزائیوں کے اکثر مربیان حتیٰ کہ خلفاء تک کو قرآن مجید درست تلفظ سے پڑھنا نہیں آتا۔ کیوں کہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ کی صحت اہم نہیں ہے بلکہ اس کے مطالب پر عمل کرنا چاہیے (اور مطلب بھی وہ جو مرزا قادیانی نے لکھا ہے۔)

ایک بار میں نے پڑھا کہ مرزا نے لکھا ہے کہ جو میری کتابوں کو کم از کم تین بار نہیں پڑھتا تو اس کا ایمان ناقص ہے۔ اس کے بعد میں نے مرزا قادیانی کی تصنیفات کے بالاستیعاب مطالعے کا آغاز کر دیا لیکن مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ جماعت کی 99% اکثریت مرزا صاحب کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے میں کوئی رغبت نہیں رکھتی۔ میرے علم میں آٹھ دس سال کے عرصے میں صرف ایک قادیانی ایسا آیا جسے مرزا صاحب کی تصنیفات کے مطالعے کا شوق تھا۔ ملتان ضلع کے

ناظم دعوۃ الی اللہ طاہر محمد کو جب میں نے یہ ترغیب دلائی کہ مرزا صاحب کی کتب پڑھا کرتو اس نے میری پُر خلوص ترغیب پر مطالعہ شروع کیا۔ کچھ دن گزرنے کے بعد وہ خود ہی مجھ سے کہنے لگا قاری صاحب حضرت صاحب کی کتابیں پڑھ کر انسان بور ہو جاتا ہے۔ تکرار اور اعادہ، ایک ہی بات کو دہرائے جانا بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ اس وقت میں بھی احمدیت سے سچی عقیدت رکھتا تھا۔ اس لیے تکرار بارے میں نے ان سے کہا اصل میں مرزا صاحب کو امت کی فکر تھی اور جو متفکر ہوتا ہے وہ ایک بات کو بار بار کرے گا۔ اسی فیصد قادیانی مرزا صاحب کی کتابیں سرے سے پڑھتے ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ اس کی کتابوں کو جب پڑھنے بیٹھو تو انسان تنگ آ جاتا ہے کہ یہ کہنا کیا چاہتا ہے اور کہہ کیا رہا ہے۔ اور پھر اس کی اپنی ایک بات دوسری بات کو کاٹ ڈالتی ہے۔

اکثر مرزائی مرزا قادیانی کی قابلیت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ انہوں نے سب سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں کیا وہ پاگل تھے۔ اب تو مجھے اس لفظ پاگل پر ایک لطیفہ یاد آتا ہے کہ ایک اعلیٰ افسر کو پاگل خانے کا دورہ کرایا جا رہا تھا۔ اسی دوران ایک پاگل اعلیٰ افسر کے سامنے آ کھڑا ہوا اور کہا میں تو پاگل نہیں ہوں۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا کیا وجہ! تو اس پاگل نے کہا جناب میں نے تو ایک کتاب لکھی ہے اعلیٰ افسر نے ڈاکٹروں کو متوجہ کیا کہ تم اس کو پاگل کہتے ہو اس نے تو ایک کتاب لکھی ہے یہ مصنف ہے۔ پاگل سے پوچھا گیا کتاب کس عنوان پر ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ سر گھوڑے پر، ڈاکٹر نے کہا سر اس کی کتاب تو پڑھ کر دیکھیں جب اسے پڑھا گیا تو اس کے پہلے صفحہ پر لکھا تھا گھوڑا کیسے دوڑتا ہے۔ اور پھر کتاب کے آخر تک لکھا تھا ڈگر، ڈگر، ڈگر...... تو یہی کچھ مرزا صاحب نے اپنی کتابیں لکھ کر کیا جنھیں پڑھتے ہوئے خود ان کے پیروکار اکتاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ لیکچر لاہور میں آپ معرفتِ تامّہ کا دعویٰ کرتے ہیں مگر پیش کچھ نہیں کیا۔ آپ کی تحریروں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ۱: دعویٰ تکرار۔ ۲: گالیاں۔ ۳: پیش گوئیاں (جو پوری نہ ہوئیں) اس کے علاوہ معرفتِ تامّہ کی کوئی مثال ہو تو پیش فرما دیں۔ جو آدمی جوتی کا اُلٹا سیدھا نہ جانتا ہو وہ معرفتِ تامّہ کیا رکھے گا۔

مجھے اس وقت بہت حیرت ہوئی جب ان کے منہ سے جماعت کے خلیفہ کے متعلق سنا کہ خلیفہ کے پاس بھی فرشتوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ خاص طور پر جب کبھی خلیفہ کسی مالی تحریک یعنی مال اکٹھا کرنے کی نئی سکیم کا اعلان کرتے تو جماعت کے تمام عہدے داران اسی بات کا پرچار شروع کر دیتے کہ یہ تحریک رب کی طرف سے ہے۔ جماعت میں سب سے زیادہ چندوں کے نام سے مال اکٹھا کرنے پر زور ہے۔ اور جو کم چندہ دیتا ہے اسے کمزور ایمان والا سمجھتے ہیں۔

میرا تجزیہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ قادیانیّت اول و آخر ایک مادی تحریک ہے۔ جیسا کہ میں پیچھے ذکر کر چکا ہوں کہ قادیانی حضرات میں مرزا قادیانی کی کتب پڑھنے کا رجحان بالکل نہیں ہے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر جماعت کی شوریٰ نے ۲۰۰۸ء میں فیصلہ کیا کہ مرزا قادیانی کی کتابیں احبابِ جماعت کو زبردستی پڑھوانے کی صورت یہ ہے کہ ہر سال کے لیے ایک کتاب مقرر کر دی جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے سب سے آخری کتاب حقیقت الوحی کو نامزد کیا گیا۔ اس حقیقت الوحی

میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ''پچاس ہزار سے زیادہ نشانات آپ کو روپیہ آنے کے بارے میں دکھائے جا چکے ہیں۔''

مرزا صاحب چندہ نہایت والہانہ انداز میں مانگتے تھے اور چندہ دینے کو اپنے مریدوں کے لیے شرطِ ایمان قرار دیتے تھے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ ''اگر کوئی شخص ایک پیسہ بھی نہیں دیتا اس کو جماعت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔'' اس پر طرفہ یہ ہے کہ اس چندہ خوری کو مرزا صاحب نے اسی کتاب میں اپنی صداقت کا نشان اور اپنے دعوے کی دلیل بھی قرار دیا ہے۔

یہاں سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے جو میں سطور بالا میں لکھ چکا ہوں کہ قادیانیت اصلاً ایک مادی و مالی تحریک ہے۔ کیونکہ آدمی دلیل اسی چیز کے لیے پیش کرتا ہے جو اس کا دعویٰ ہو۔ اگر مصوری کا دعویٰ ہے تو تصویریں پیش کی جائیں گی اگر شاعری کا دعویٰ ہے تو اشعار دکھائے جائیں گے بعینہٖ اسی طرح چونکہ مرزا قادیانی کے دعویٰ کا مقصد اوّلین و آخرین مال اور سرمایہ تھا لہٰذا ان کا اس چندہ خوری کو اپنا نشانِ صداقت کہنا بالکل قابلِ فہم ہے۔

جو فردِ جماعت ایک بار چندہ لازمی جو کہ صدر انجمن احمدیہ کا چندہ ہے نہیں دیتا اسے جماعت سے نکال دیا جاتا ہے۔ اور وہ عہدے داران کے انتخاب میں حصہ بھی نہیں لے سکتا۔ پھر عجیب بات یہ دیکھی کہ اگر غریب آدمی کا کسی جماعتی رسم ورواج کی خلاف ورزی پر اخراج ہو جائے تو اس بیچارے کو خلیفہ وقت کے نام بار بار معافی کے خطوط لکھنے پڑتے ہیں اور شنوائی بمشکل ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی مال دار فرد ہے اور جماعتی فیصلہ نہ ماننے پر بفرض محال اس کا کبھی اخراج ہو بھی جائے تو کچھ ہی مدت کے بعد از خود ہی اعلان ہو جاتا ہے کہ خلیفہ وقت نے اسے معاف کر دیا ہے یا خلیفہ وقت نے خصوصی شفقت فرمائی ہے۔

میں نے تقریباً ۸ سال کے عرصے میں دیکھا ہے کہ قادیانی جماعت کے افسران خلیفہ صاحب سے لے کر ضلع کے حلقہ کی سطح تک تمام کے تمام اپنی جماعت کے علاوہ باقی تمام مسلمانوں چاہے وہ دنیا کے کسی کونے میں ہوں اور کسی مسلک سے متعلق ہوں، بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ ان کے اپنی جماعت کے افراد جو بیچارے اندھی عقیدت کی وجہ سے یا پیدائشی قادیانی ہونے کی بنا پر ان کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں یہ تمام نوٹ چھاپنے والی اندھی بہری اور بے جان مشین کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ وہ کچھ نہیں سوچتے کبھی تحقیق نہیں کرتے حتیٰ کہ اپنی جماعت کے عقائد سے بھی پوری طرح آگاہ نہیں ہوتے۔ مثلاً عقیدے کی حد تک تو خلافت پر مرزا کے خاندان کا کوئی حق نہیں لیکن پہلی خلافت کے علاوہ اب تک انہی کی اولاد جماعت کے اقتدار پر مسلّط ہے۔

قادیانی حضرات مرزا کی صداقت ان کے اپنے دعاوی اور ان کی اپنی تحریرات قرآن وسنت کے معیار پر کیوں نہیں پرکھتے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے جماعت کے لوگوں کو باور کرایا ہے کہ خدا کے ساتھ تعلق کی سب سے بڑی میزان سچے خواب دیکھنا ہے اور یہ کہ وہ اس میدان میں ساری دنیا کے لوگوں سے آگے ہیں۔ قادیانی رسائل و

مطبوعات ڈھیروں کی تعداد میں '' سچے'' خوابوں سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اب قادیانی حضرات اس بات پر غور کریں کہ مرزا صاحب کا بتایا ہوا صداقت کا یہ معیار قرآن وسنت میں کس جگہ موجود ہے۔

مرزا کے بیانات میں جو تضاد پایا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مرزا نے درپیش مسائل کے حل کے لیے موقع کی مناسبت سے جو خیال دل میں آیا وہ تفصیل کے ساتھ بے دریغ لکھ دیا۔ خواہ وہ واضح طور پر قرآنی آیات کے برعکس ہی کیوں نہ ہو۔ ایک موقع پر اگر ایک بات مناسب حال نظر آئی تو وہی بات لکھنے بیٹھ گئے اور دوسرے موقع پر اس سے متضاد بات مشکل حل کرتی ہوئی نظر آئی تو دل کھول کر بیان کر دی۔ اس طرح ان کی تحریریں آپس میں متضاد اور متناقض بیانات کا ایک عجیب وغریب مجموعہ بن گئی ہیں۔

مرزا جی سب سے پہلے ایک مناظر کے طور پر مانے گئے جب شہرت بڑھی تو محدَّث کہلانے لگے اس کے بعد باقاعدہ مجدّد کا دعویٰ کیا جب بطور مجدّد چند احمقوں کی طرف سے پذیرائی ملی تو پھر مسیح موعود کا دعویٰ کر دیا۔ پھر چونکہ احادیث میں قربِ قیامت میں آنے والی ۲ شخصیات کا ذکر تھا۔ (۱) حضرت مسیح علیہ السلام (۲) حضرت مہدی۔ لہٰذا اس نے اپنی چالاکی سے مسیح اور مہدی دونوں کو ایک کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا پرچار کرنا شروع کر دیا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ کسی بھی نبی نے عجیب وغریب انداز میں نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ مرزا صاحب کو روحانی مراتب کی تدریجی تحصیل کے دوران خود اپنے عقائد میں ترمیم وارتقاء کے مشکل مراحل بھی طے کرنے پڑے مثلاً پہلے وہ حیات مسیح کے قائل تھے پھر وفات مسیح کا عقیدہ اختیار کیا۔ اجرائے نبوت اور ختم نبوّت بھی اسی سلسلے کی ایک مثال ہے مرزا نے جہاں جہاں اپنے دعووں کے ثبوت میں جو قرآنی آیات اور احادیث اور پیش گوئیاں پیش کی ہیں۔ ان میں کوئی ایک بھی اس کی صداقت کو ثابت نہیں کرتی۔

مرزا کی یہ دلی خواہش تھی کہ ان کا قصبہ قادیان اتنی ترقی کرے کہ ایک عالی شان شہر بن جائے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے اپنے مریدوں کو تاکید کی کہ وہ قادیان میں آ کر آباد ہوں کیونکہ جو بھی قادیان آ کر آباد ہوتا ہے وہ گویا اپنا دینی فرض ادا کرتا ہے۔ اور پھر انہوں نے اپنے پیروکاروں کو یہ لالچ بھی دیا کہ '' خدا نے مجھے وحی کی اور ایک زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ وہ زمین ہے جس کے نیچے جنت ہے۔ پس جو شخص اس میں دفن کیا جائے گا وہ جنت میں جائے گا۔'' کیونکہ مرزا کو یقین تھا کہ اس کے ماننے والے اتنے بے وقوف اور مست ہو چکے ہیں کہ اس کی بات کی حکم عدولی نہیں کریں گے لہٰذا اُس نے یہ پیش گوئی کر ڈالی '' اب یہ بہشتی مقبرہ ہے۔'' مرزا نے کہا اس قدر لوگ ارادت اور اعتقاد سے قادیان آئیں گے کہ جن راستوں سے وہ لوگ آئیں گے وہ راستے ٹوٹ جائیں گے لیکن آج تک ایسا نہیں ہوسکا، مرزا کے مرنے کے بعد ان کے اپنے پیروکار مرزا کے احکامات پر عمل نہ کر سکے اور قادیان کو چھوڑ کر پاکستان میں ربوہ (چناب نگر) ایک نیا شہر آباد کر کے قادیان کو اجاڑ دیا۔

۲۰۰۸ء میں خلافت جوبلی منائی گئی خلافت احمدیہ کو قائم ہوئے سو سال کا عرصہ بیت گیا اور بڑا جشن منایا گیا۔ اس موقع پر میں (راقم محمد آصف) ۲۰۰۹ء میں قادیان کے جلسہ سالانہ میں شامل ہوا اور میں نے قادیان کی جو حالت دیکھی تو میرے دل میں خیال آیا کہ سو سال ہو گئے پر مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی پوری نہ ہو سکی اور قادیان آج بھی ویران ہے۔

قادیان کے سالانہ جلسہ کو حج کا درجہ حاصل ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے رسالہ ''الوصیت'' میں قادیان کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والوں کو جنت کی بشارت دی ہے لیکن ان کی گدّی کے سیاسی وارثوں نے کمال دکھایا کہ جب تخت خلافت پاکستان منتقل کیا تو وہاں سرکاری زمین جو لیز پر لی گئی تھی پر ایک متبادل بہشتی مقبرہ (فیز۲) بنالیا اور جب اپنی بداعمالیوں کے سبب پاکستان میں بھی چین اور سکھ نصیب نہ ہوا تو یورپ میں تخت خلافت منتقل کیا اور وہاں ایک اور بہشتی مقبرہ (فیز۳) بنالیا۔ اب یہ تمام حرکتیں مرزا قادیانی کی قادیان کے متعلق پیشگوئیوں ہدایات کے خلاف ہیں اور وہ تمام پیش گوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔ جو قادیان سے متعلق تھیں۔

اس کی پیش گوئیاں اور آسمانی نشانات زیادہ تر چند افراد کے متعلق یا ذاتی منافع اور کامیابیوں کے بارے میں ہیں۔ ان میں سے کوئی پیش گوئی اجتماعی یا معاشرتی مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ ایسی پیش گوئیاں اور آسمانی نشان معیار صداقت نہیں بن سکتی۔ کیونکہ بسا اوقات عام انسان کے زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بھی پورے ہو جاتے ہیں اور بتلائے ہوئے واقعات ظاہر ہو جاتے ہیں۔

کسی بھی خدا کی طرف سے منتخب ہونے والے کا اصل دعویٰ یہ نہیں ہوتا کہ وہ درست پیش گوئی کر لیتا ہے۔ یہ دعویٰ تو فٹ پاتھ پر بیٹھے ''پروفیسر'' نجومیوں کا ہوتا ہے۔ اس کا اصل مقصد تو خدائی پیغام کو اس کے بندوں تک پہنچانا ہوتا ہے دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ آیا وہ پیغام ایسا ہے جو انسانی ہدایت اور اصلاح کی بنیاد بن سکے۔ صرف یہی نہیں بلکہ جس دور میں پیغام نازل ہوا ہے کیا اس دور میں اس کے بغیر انسانی اصلاح ممکن ہے یا نہیں۔

مباہلہ کا چیلنج اور سیکڑوں میں سے ایک دو پیش گوئیوں کا ثابت ہونا ہرگز معیارِ صداقت نہیں۔ مرزا کی تصانیف سے بہت سی کتابی جلدیں بنانے والے جلد سازوں اور چھاپہ خانے کے کارکنوں کا فائدہ تو ہوا ہے۔ لیکن مرزا کا وہ پیغام کیا ہے جو انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لیے لازم ہے۔ اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اگر وہ قرآن وحدیث کی بات کرتا ہے تو وہ اس کے دعویٰ سے چودہ سو سال قبل مسلمان میں موجود ہے اور مسلمان علمائے کرام دن رات قرآن وحدیث کی تبلیغ کر رہے ہیں۔

سیّد عطاء المحسن بخاری......اک ضربِ کلیمانہ

ڈاکٹر محمد عمر فاروق

یہ ۱۹۷۸ء کے اوائل کا واقعہ ہے کہ جنرل ضیاء الحق کی دعوت پر تمام سیاسی جماعتوں کے سربراہ جمع تھے۔ جنرل ضیاء نے جب دورانِ تقریر مستقبل میں جمہوریت کی بحالی اور دیگر حکومتی وعدوں کے تاج محل دکھانا شروع کیے تو اُن کی تقریر کے فوراً بعد ایک بے خوف رہنما اور بیباک مجاہد نے جنرل ضیاء سے یہ جرأت مندانہ سوال کرنے کی جسارت کی تھی کہ: ''محترم! آپ کے پیشرو حکمران بھی ہمیشہ ایسے ہی سبز باغ دکھا کر اپنے عرصۂ اقتدار کو طول دیتے چلے آئے ہیں۔ آپ کے پاس اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آپ ان طفل تسلیوں کو حقیقت میں ڈھال دیں گے۔؟'' اِس غیر متوقع سوال پر مرحوم جنرل گڑبڑا کر رہ گئے اور فرمایا میں نے آپ کی پارٹی کا منشور پڑھا ہے۔ پھر ایک آدھ جوابی جملہ کہہ کر، کھسیانی ہنسی میں مردم شناس سیّد عطاء المحسن بخاریؒ کے سوال کو گول کر گئے۔ جس پر عطاء المحسن بخاری مرحوم نے جو مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے اجلاس میں شریک تھے، اپنے سامنے پڑی فائل پر یہ فقرہ لکھ کر اُسے بند کر دیا کہ ''یہ شخص آئندہ دس گیارہ برس تک اقتدار کو نہیں چھوڑے گا'' لیکن بخاری مرحوم کے اعلیٰ اخلاق کا یہ پہلو بھی قابل داد ہے کہ جب جنرل ضیاء الحق حادثاتی موت کا شکار ہوئے تو بخاری صاحبؒ نے اُن کی یاد میں پاکستان بھر میں پہلا تعزیتی جلسہ ملتان میں منعقد کیا اور اِس موقع پر اُن کی گئی تقریر کی بازگشت کافی عرصہ تک سیاسی حلقوں میں سنائی دیتی رہی۔

سیّد عطاء المحسن بخاریؒ برصغیر پاک وہند کے ممتاز قومی و دینی رہنما حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فرزند گرامی تھے، مگر اُنہوں نے اپنے تشخص کے لیے اِس عالی نسبی کو کبھی استعمال نہ کیا۔ بلکہ اُن کی اپنی ذات کی گوناں گوں صفات اور اعلیٰ انسانی اقدار نے انہیں معاصر رہنماؤں میں نمایاں انفرادیت اور بے مثال مقبولیت بخشی۔ سیّد صاحبؒ ۲۰؍ جنوری ۱۹۳۸ء کو امرتسر کے مردم خیز شہر میں پیدا ہوئے۔ نو سال کی عمر میں والدین کے ہمراہ ہجرت کی۔ جامعہ خیر المدارس ملتان سے دینی علوم میں سند فراغت حاصل کی اور پھر معاش کے لیے بخاریؒ اکیڈمی کے نام سے ملتان میں کتابوں کی دوکان کھول لی جو بہت جلد علمی، ادبی، دینی، سیاسی اور صحافتی شخصیات کی مستقل نشست گاہ میں تبدیل ہوگئی۔

سامراج و استعمار دشمنی مجلس احرار اسلام کا طرۂ امتیاز تھی۔ احرار، بخاری صاحب کی گھٹی میں آئی تھی، لیکن تحریک

مقدس تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی پاداش میں مجلس احرار دس برس کے لیے خلافِ قانون قرار دی جا چکی تھی۔ اس لیے شاہ صاحب کا سامراج دشمن مزاج انہیں عوامی نیشنل پارٹی (نیپ) میں لے گیا۔ جب مجلس احرار قانونی پابندیوں سے آزاد ہوئی تو آپ مجلس احرار اسلام میں واپس آ گئے اور مجلس احرار اسلام کے بزرگ رہنماؤں شیخ حسام الدینؒ اور ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کے شانہ بشانہ عوامی رابطہ مہم کے لیے ملک گیر طوفانی دورے کیے۔ آپ کے برادرِ اکبر مولانا سیّد ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ اور آپ کی طویل صبر آزما جدوجہد کے نتیجہ میں مجلس احرار اسلام نے بہت جلد قوت واستحکام حاصل کر لیا۔

یہ وہ دور تھا، جب پاکستان میں کمیونسٹ اور سوشلسٹ کہلانا ایک فیشن بن گیا تھا۔ وسیع وعریض کوٹھیوں، لامحدود جاگیروں اور بے اندازہ بینک بیلنس کا مالک، سرمایہ دار قیمتی گاڑی میں کھدر پہن کر نکلتا اور محض وقت گزاری کے لیے پرولتاریوں کے مسائل پر رائے زنی کرتا، خدا، رسول اور مذہب کو تضحیک کا نشانہ بناتا، سگریٹ کے دھوئیں کے مرغولے اڑاتا اور ''واڈکا'' کے پیگ حلق میں انڈیلتا لہو ولعب کی پستیوں میں غرق ہو جاتا تھا۔ اُس وقت مجلس احرار اسلام واحد دینی وسیاسی جماعت تھی جس نے پاکستان میں فکری گمراہی کے مرتکب ایسے منافق سرمایہ پرستوں کے اصل کردار کی حقیقت سے پردہ اٹھایا اور بحیثیتِ مجموعی تمام باطل نظاموں کے خلاف توانا آواز بلند کی۔ حضرت سیّد عطاء المحسن بخاریؒ نے اس جہاد میں قائدانہ کردار اَدا کیا اور اِستحصالی طبقوں کے مزدور کش مظالم اور اقدامات کے خاتمہ کے لیے تاریخی کردار اَدا کیا۔ اُس وقت اسلامی سوشلزم اور ملکیت زمین کے نام پر بعض مذہبی جماعتیں بھی سرمایہ پرستوں کی ہمنوا تھیں۔ یوں مذہب کا سہارا لے کر مزدوروں اور کسانوں کا معاشی قتل عام کیا جا رہا تھا۔ اِس صورت حال میں قائد احرار مولانا سیّد ابو معاویہ ابوذر بخاری کی قیادت میں مولانا سیّد عطاء المحسن بخاریؒ نے جہاں اپنی خطابتی معرکہ آرائیوں سے کام لیا، وہیں انہوں نے ایک پُرمغز تحقیقی مقالہ ''اسلام دولت کی مساوی تقسیم کا قائل ہے۔'' لکھ کر سیاسی پنڈتوں اور شرعی برہمنوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ شاہ صاحبؒ جمہوری نظام کی بجائے اسلامی شورائی نظام کے داعی تھے اور وہ تمام دینی طبقات پر جمہوریت کی بجائے اسلام کو بطورِ نظامِ زندگی وقوتِ حاکمہ کے رائج کرنے کے لیے جدوجہد کرنے پر زور دیتے تھے۔

حضرت مولانا سیّد عطاء المحسن بخاریؒ نے عوام میں دین کی اہمیت کو اُجاگر کیا اور بتایا کہ دین فرد کا ذاتی مسئلہ نہیں بلکہ یہ پوری امت کا اجتماعی مقصد ہے۔ انہوں نے معاشرتی ناہمواریوں کے خلاف آواز اُٹھائی اور مذہبی اجارہ داروں کے دوغلے پن کو بھی بے نقاب کیا۔ انہوں نے رسوم ورواج کی گرد ہٹا کر اسلام کو اُس کی اصل حالت میں پیش کیا۔ حضرت شاہ جی سیّد عطاء المحسن بخاریؒ کی اِکسٹھ سالہ زندگی کے کارنامے یوں تو بے شمار ہیں۔ مثلاً یہ کہ انہوں نے لادین نظاموں کے خلاف جہاد کیا۔ گستاخانِ صحابہ کو لگام دی۔ قادیانیت کی سرکوبی کی اور ربوہ (اب چناب نگر) میں مسلمانوں کی پہلی مسجد (مسجد احرار)

تعمیر کی وغیرہ۔ لیکن میرے نزدیک اُن کی حیاتِ مبارکہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مجھ جیسے سینکڑوں جوانوں کی زندگیوں کا رُخ بدل ڈالا۔ انہوں نے نوجوانوں میں بے انتہا فکری و نظریاتی محنت کی۔ محبت، پیار اور شفقت کے ساتھ اسلام کو اُن کے دلوں میں راسخ کیا اور اُنہیں اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کے راستے میں ایک مضبوط چٹان کی طرح کھڑا کر دیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج شاہ صاحبؒ کے تربیت یافتہ افراد جہاں بھی ہیں۔ وہ نظریاتی اعتبار سے اتنے مستحکم ہیں کہ اب کوئی بڑے سے بڑا اِشتراکی، سرمایہ پرست یا مذہبی ڈیرے دار اُن کی فکر و نظر کے زاویوں کو تبدیل نہیں کر سکتا۔

مجھے فخر ہے کہ اوائل عمری سے ہی مجھے جس عظیم شخصیت نے قلب و رُوح کی گہرائیوں سے متاثر کیا، وہ عظیم ہستی سیّد عطاء المحسن بخاری کی تھی۔ جو روایتی مولوی، قدامت پرست واعظ یا سراسر زاہد خشک نہ تھے۔ بلکہ وہ ایک ہر دلعزیز اور پہلو دار شخصیت کے حامل تھے۔ وہ بیک وقت عالم، قاری، شاعر، خطیب، صحافی، کالم نگار اور سیاسی رہنما بھی تھے، لیکن انہوں نے اپنی بڑائی اور بزرگی کی دھونس کبھی نہ جمائی۔ انہوں نے اپنے کارکنوں سے بیٹوں کی طرح پیار کیا۔ اُن کی ذات میں باپ کا سا جلال اور ماؤں جیسی نرم اور گداز محبت تھی۔ وہ محفلوں کی جان تھے۔ اُن کی بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی ضرب المثل تھی۔ وہ ایسی دلنواز شخصیت کے حامل تھے کہ ہر ملنے والا اُن کے التفات کو اپنے لیے ہی مخصوص سمجھتا تھا۔

حضرت شاہ صاحبؒ ایک درویش صفت انسان تھے۔ وہ مال و دولت کے لحاظ سے غریب ضرور تھے، مگر دل شاہانہ رکھتے تھے۔ وہ عمر بھر غریبوں میں ہی رہے اور اُنہی کے حقوق کی جنگ لڑتے رہے۔ جاگیرداری نظام کے شدید مخالف تھے۔ گجرات، ملتان، چکوال، میانوالی، اٹک، بھکر، رحیم یار خان، مظفر گڑھ، بہاول پور، ڈیرہ غازی خان، جھنگ اور ساہیوال وغیرہ کے اضلاع اُن کی جاگیرداروں اور وڈیروں سے معرکہ آرائیوں کے شاہد اور گواہ ہیں۔ وہ جب تک زندہ رہے، غیرت و بہادری کے ساتھ جیے۔ عزت و وقار اور خودداری کی زندگی گزاری اور تا دمِ آخر کوئے دشمناں میں سر اُٹھا کر چلے۔ موت آئی تو اُن کے لبوں پر کلمہ طیبہ جاری تھا۔ بخاری صاحبؒ نے ۱۲؍نومبر ۱۹۹۹ء کو رحلت فرمائی۔ وہ آج ہم میں نہیں ہیں، لیکن اُن کا مشن زندہ اور جماعت باقی ہے۔ اُن کے تیار کردہ نظریاتی کارکنوں کا قافلہ پاکستان کو اِسلام کا قلعہ بنانے قیام و نفاذِ حکومت الٰہیہ کے لیے مستعد اور سرگرم ہے جو بخاری صاحب کی زندگی کا مقصدِ وحید تھا اور اب سترہ کروڑ پاکستانیوں کی دیرینہ آرزوؤں کی معراج ہے۔

☆☆☆

حرم کے فٹ پاتھ پر میں اور ذوالکفل

سلیم کوثر

سرزمینِ حرم کی عظمتوں کا اُس کی وسعتوں کا اندازہ لگانا ممکن ہی نہیں ہے آپ اُس کے محل وقوع کو، اُس کے رقبے کو، طول وعرض کی سطح پر پیمائش کر کے جغرافیائی حدود کے تمام حیلے استعمال میں لا کر نقشے پر نشاندہی کرتے ہوئے لکیریں کھینچ دیں گے۔ وہاں آباد افراد کی تعداد جدید معلوماتی سسٹم کے تحت دریافت کر کے لکھ دیں گے مگر حقیقت یہ ہے کہ سرزمینِ حرم کے رقبے کی پیمائش اور اُس کی آبادی کا اندازہ ہو ہی نہیں سکتا۔ میں اکثر سوچتا ہوں یہ جو صدیوں سے ہمہ وقت اس سرزمین کی طرف قافلے کھنچے چلے آتے ہیں اور دوبارہ یہاں آنے کی دُعاؤں اور تمناؤں اور حسرتوں اور آرزوؤں کے ساتھ اشک بار لوٹتے ہیں تو یہ سب یہاں کے شہری ہی تو ہیں۔ دنیا میں مسلمان جہاں بھی آباد ہیں اپنے روحانی اور جذباتی تعلق کی شدت وشہادت میں دیارِ حرم ہی کے باشندے ہیں۔ وہ اس سرزمین پر قدم رکھتے ہیں تو عقیدت اور خوشی کے مناظر دیدنی ہوتے ہیں جیسے وہ وطن سے اپنے وطن میں آ گئے ہوں۔ اپنے اندر ہونے والی تبدیلیوں کے تجربوں، مشاہدوں اور عشق کی اعلیٰ رمزیت کے ساتھ کیفیتوں کا ایک جہان سمیٹے جب وہ دوبارہ آنے کی دُعاؤں کے ساتھ لوٹتے ہیں تو اُن کے چہرے پر حضوری کے آثار دیکھنے والے ہوتی ہیں جو جہاں جتنی دوری پر ہے تو دوریوں کا یہ فاصلہ بھی اپنی قربتوں کی تہہ داریوں کے ساتھ اتنا ہی سرزمینِ حرم سے جا ملتا ہے اور اُس کی پیمائش دنیا کے ظاہری پیمانوں سے ہو ہی نہیں سکتی اور یوں مجھے ساری دنیا سرزمینِ حرم کا حصہ معلوم ہوتی ہے۔ یہ سرزمین تو اہلِ محبت کے لیے مقناطیس ہے جو دلوں کو سینے سے چمٹائے رکھتا ہے بس بلاوے کی دیر ہے۔ مگر نہیں ذرا ٹھہریے! بلاوا کیسا، ہم کون ہیں ہماری حیثیت ہی کیا ہے جو ہمیں بلایا جائے......تو پھر ہم کون......ہم تو اجازت طلب ہیں۔ ہر گھڑی، ہر آن، ہر ساعت اجازت طلب......ایک لامحدود قطار میں دستِ بدعا اجازت طلب......آنسوؤں کے نذرانے لیے بصد احترام اجازت طلب کھڑے ہیں......اللہ پاک ہمیں اجازت مرحمت فرماتے نہیں اپنے شہر میں آنے کی (جہاں کے ہم شہری ہیں) اپنے حبیب کے در بار تک قدم بوسی کی......یہ عشق کی رمزیں ہیں ہم ایسے گنہگاروں پر کہاں کھلتی ہیں......سو مجھے بھی اجازت نامہ مل گیا......ایک بار حج کی سعادت کے لیے (یہ داستانِ حرم بہت عجیب ہے آئندہ سہی) دوسری بار ۲۰۱۰ء میں مشاعرے کے بہانے عمرے کے لیے......یہ مشاعرہ اُردو مرکز جدہ کے زیرِ اہتمام عرصۂ دراز سے سال بہ سال منعقد ہو رہا ہے اس کے روحِ رواں جناب اطہر عباسی اور اُن کے احباب ہیں اور یہ سب جس اہتمام اور خوش سلیقگی کے ساتھ، اس عظیم الشان مشاعرے کو ترتیب دیتے ہیں اُس کی جتنی بھی

داد دی جائے کم ہے۔اسی مشاعرہ میں ذوالکفل بخاری کو میں نے پہلی بار سنا۔لوگوں نے اسے محبت اور عقیدت سے خوش آمدید کہا۔وہ اُن کے درمیان اجنبی نہیں تھا سامعین اُس کی صلاحیتوں سے واقف تھے اور اُنہوں نے جی کھول کے داد سے نوازا یہی نہیں بلکہ اس لیے ایک احترام کا جذبہ اُن کے دلوں میں تھا۔دوسری بار میرے اعزاز میں سجائی گئی محفل میں شعر سنانے آیا اس بار اُس نے نظمیں سنائیں اور خوب داد پائی۔اس کی نظموں میں صحرائی نغمگی کی بہار تھی جس کی روشوں میں خزاں آنکھ مچولی کرتی ہوئی گزر رہی تھی۔نظموں کے آخر میں خزاں دبے پاؤں نکل جاتی تھی۔پھر کسی آواز کو جگہ مل جاتی اور یوں صحرائی نغمگی کی بہا سے نظم کا آنگن جل تھل ہو جاتا۔موضوع کی انفرادیت لفظوں کا ذر و بست ایک شاعرانہ نہر کے ساتھ اس کی شاعری کے خدوخال واضح کر رہا تھا۔مشاعرہ ختم ہو گیا۔

ایک دن حرم سے عمرہ کر کے حجام کی تلاش میں نکلا۔ایک آواز نے مجھے روک لیا ''سلیم بھائی السلام علیکم، عمرہ مبارک جی مبارک'' یہ ذوالکفل تھا اور پھر ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے حجام کی دکان کی جانب چل پڑے۔اندر بھیڑ بہت تھی چنانچہ میں اور ذوالکفل باہر فٹ پاتھ پر بیٹھ گئے۔حرم کے فٹ پاتھ، جنت کی طرف جانے والے راستوں کی راہداریاں ہیں ان راہداریوں میں کتنے ہی دیدہ و نادیدہ زمانوں کے ہجوم کرتے ہوئے قافلے درود و سلام کی خوشبو میں نہائے ہوئے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہیں۔انہیں راہداریوں کے ایک چھوٹے سے بہت ہی چھوٹے سے کونے پر اپنی عقیدتوں کی چادر پھیلائے ہوئے میں اور ذوالکفل بیٹھے تھے۔وہ سچ مچ مجھ سے محبت کرتا تھا۔تبھی تو اس نے مجھے میری بہت سی غزلوں کے اشعار اور نظموں کے بند سنائے، میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ یہاں مکّہ یونیورسٹی میں انگریزی پڑھتا ہے میں نے اُسے ایک نظر دیکھا اُس کی آنکھوں کے روشن اور تابناک صفحوں پر تاریخ مہ و سال کے رت جگے تحریر تھے۔مجھے یاد ہے میں نے اسے کہا تھا کہ تم مجھے ازل ہی سے یہاں کے باشندے لگتے ہو۔فٹ پاتھ پر بیٹھے ہم دونوں کے بیچ گفتگو کا سلسلہ پھیلتا چلا گیا پھر حرم اور اہلِ حرم کی باتیں چل نکلیں اور وہ ایک والہانہ انداز میں وہاں کی بود و باش، وہاں کے ادب، وہاں کے موسموں کے بارے میں بتانے لگا۔ادھر ہند و پاک اور دنیا بھر میں آباد شاعروں کے اسے بے پناہ اشعار یاد تھے۔اپنے یاروں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی محبتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اُن کی شعری اور ادبی صلاحیتوں پر رائے دیتے ہوئے مسکراتا ہوا وہ میری کسی غزل یا نظم پر آ رکتا۔ہم کب تک وہاں فٹ پاتھ پر بیٹھے رہے پتا ہی نہ چلا کہ وقت ہم دونوں کے بیچ چل رہا ہے یا ہم وقت کے درمیان سے گزر رہے ہیں، اُسے ملال تھا ہم اپنی تہذیب اور اپنی روایت کی پاسداری نہیں کر پا رہے۔مکالمہ گھمبیر ہوتا جا رہا تھا اور وہ کھلتا جا رہا تھا، بدلتے ہوئے زمانے میں تہذیبوں کے تصادم کے طور پر جو نظریہ اور پروپیگنڈہ پیش کیا جا رہا ہے اس میں نئی زندگی کے خدوخال غیر واضح صورتِ حال دھندلائے ہوئے منظروں میں گم تہذیب کے آثار ڈھونڈنا پھر اُنہیں واضح تبدیلیوں کے ساتھ ایک نئی خوبصورت دنیا کے ذائقوں سے ہمکنار کرنا کارِ محال تو نہیں مشکل ضرور ہے مگر اس میں آسانی یہ ہے کہ ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ضابطۂ حیات کی جانب لوٹنا ہوگا۔آج کے مسائل پیچیدہ ہیں مگر ایک نادیدہ دائرہ کا آغاز

ہو چکا ہے جو بظاہر دکھائی نہیں دیتا مگر موجود تو ہے اہلِ نظر اسے خوب دیکھ رہے ہیں اور اس دائرے کو اپنے منطقی انجام تک پہنچنا ہے۔ اس دائرے کو مکمل ہونا ہے اس گردش میں ہمارا کیا کردار ہے وہ طے کرنا یا پھر جو کردار ہمیں ادا کرنا ہے وہ طے کر دیا گیا ہے یہیں سے جبر و اختیار کا مسئلہ چل پڑا۔ گفتگو کا سلسلہ دراز ہوتا ہے ہم کچھ کچھ ایک دوسرے کو سمجھنے لگے تھے۔ آج آدمی کو ایک نامعلوم خوف کی پرچھائیوں سے نکالنے کا یہی راستہ ہے کہ اسے امن و آشتی کے محبتوں کے ازلی وابدی پیغام سے آشنا کر دیا جائے اور اس کی مہارِ منزل علم کے راستوں کی جانب موڑ دی جائے۔ بھیڑ چھٹ گئی تھی ہم اُٹھ کھڑے ہوئے اس سے زیادہ میرا تعارف ذوالکفل سے نہیں تھا اور اس سے زیادہ کی شاید ضرورت بھی نہیں تھی کہ ہم ایک دوسرے کے دل میں جگہ بنا چکے تھے بس یوں ہے کہ ایک ذہین، باصلاحیت اور کچھ بلکہ بہت کچھ کر گزرنے کا عزم رکھنے والا نوجوان مجھے بھولا کبھی نہیں اور بھولتا بھی کیوں کہ اس کا اور میرا ساتھ حرم کے فٹ پاتھ کا تھا۔ حرم کے فٹ پاتھ جو جنت کو جاتے ہوئے راستوں کی راہداریاں ہیں۔ ۲۰۱۱ء میں ایک بار پھر مشاعرے کے بہانے عمرے پر آنکلا تھا۔ اس بار مشاعرے میں ذوالکفل نہیں تھا میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو احباب نے بڑے دکھ سے بتایا کہ پچھلے برس ایکسیڈنٹ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں تو جیسے سکتے میں آ گیا میں سب کی آنکھوں میں گہرے ملال کے ساتھ اسے دیکھتا رہا اور پھر ایک دن اسی فٹ پاتھ پر جا بیٹھا جہاں وہ میرے ساتھ تھا اتنا بڑا آدمی اور میرے ساتھ بیٹھا تھا مجھے سُن رہا تھا اُس نے مجھے کتنا بڑا کر دیا تھا میں اسے اپنے ساتھ لے آیا اور وہ خوشی خوشی آ بھی گیا۔

پچھلے دنوں محترم عطاء الحق قاسمی نے الحمرا آڈی ٹوریم میں ۲۳ / مارچ کے حوالے سے ایک کل پاکستان نئی نسل محفلِ مشاعرہ کا اہتمام کیا یہ محفل اپنی ترتیب و تہذیب میں دوسرے ہونے والوں مشاعروں سے ذرا مختلف تھی میں بھی اس میں شریک ہوا وہاں سے مجھے چیچہ وطنی جانا پڑا یہاں بھی ایک بڑے مشاعرے انعقاد کیا گیا تھا۔ اس کے برپا کرنے والے جناب اکرام الحق سرشار تھے جو میرے ذاتی دوست اور کرم فرما ہے۔ وہ اپنی دل داریوں کی سرشاریوں کے ساتھ ادبی منظر نامے کو سرشار کیے ہوئے ہیں۔ میں اُنہی کے یہاں ٹھہرا ہوا تھا یہاں ایک صبح ایک رسالہ پر میری نگاہ پڑی جس کے سرورق پر دو قبروں کی تصاویر تھیں اور نیچے جلی حروف میں شہید ذوالکفل بخاریؒ لکھا ہوا تھا میں نے جلدی سے اٹھایا اور ورق گردانی کرنے لگا۔ یہ سید ذوالکفل شہید کی یاد میں شائع ہونے والا ایک جریدہ تھا۔ ساڑھے تین سو سے زائد صفحات پر مبنی یہ رسالہ میرے لیے حیرت کدہ بنا ہوا تھا، ہر صفحہ مجھے حیران کیے ہوئے تھا۔ مجھے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ وہ اتنے عظیم الشان خانوادے کا چشم و چراغ ہے وہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا نواسہ تھا یہی تو خوبی تھی اس تربیت میں وہ عجز و کمال کے ان راستوں کا مسافر تھا جس کے دونوں طرف علم و آگہی، حکمت و دانش اور سُخن وری کے شجر سایہ کیے ہوئے تھے جن کی جڑیں اس کے اندر پھوٹ رہی تھیں۔ دنیا بھر کے ادیبوں، شاعروں، کالم نویسوں، ڈرامہ نگاروں، کہانی کاروں، علماء کرام، سیاست دانوں،

وزیروں، مشیروں، صدور کو نہیں تھا جس نے اُس کی موت کا غم ذاتی حوالوں سے نہ کیا ہو یہ سب لوگ کسی نہ کسی حوالے سے اس کی زندگی سے جڑے ہوئے تھے ان سب نے کھلے دل سے اس کی صلاحیتوں کا، اس کے احسانوں کا، اس کی مہمان نوازیوں کا اس کی شاعری کا اس کی خطابت کا اس کے علم و ہنر کا اعتراف کیا ہے۔ ہر صفحہ پر اُس کی یاد تھی اُس کے کارنامے تھے اُس کی شاعری تھی اُس کے بصیرت افروز مضامین تھے اور اس کی خداداد صلاحیتوں کا موسمِ جاریہ تھا۔ اردو، عربی، فارسی اور انگریزی یہ سب زبانیں وہ صرف جانتا ہی نہیں تھا بلکہ ان زبانوں میں لکھتا تھا اور انہیں بولتا تھا اور پڑھاتا تھا۔

وہ فضائے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی باہر نہیں آیا وہ سچا پکا مومن تھا، عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا، وہ اپنی زندگی کا ہر پل اسی عشق کی سرشاری میں عملی طور پر بسر کرنے والا عاشق تھا۔ میں اس کے ساتھ حرم کے فٹ پاتھ پر بیٹھا ہوں۔ حرم کے فٹ پاتھ جنت کو جانے والے راستوں کی راہداریوں کے ایک کونے میں اور ذوالکفل بیٹھے ہیں۔ میں نظر بچا کر اس کی یاد میں چھپنے والی کتاب پڑھتا ہوں اس میں لکھا ہے:

’’فجر کا وقت تھا اور حج کا زمانہ، اس وقت حرم میں بیس لاکھ مقتدی تھے جو اس کے جنازہ پڑھنے میں شریک تھے۔ اس جنت المعلیٰ میں دفن کرنا چاہتے تھے مگر بہت سے رکاوٹیں درپیش تھیں اور یوں بھی غیر ملکیوں کو وہاں عموماً دفن نہیں ہونے دیتے داخلہ بھی بہت محدود ہوتا ہے مگر ہر اختیار کا مالک و مختار اللہ ہے صرف اللہ۔ وہ جانتا ہے کسے کہاں رہنا ہے کہاں جینا ہے اور کہاں مرنا ہے اور کہاں دفن ہونا ہے۔ اس وقت حرم میں ۱۴ جنازے تھے۔ ایک ذوالکفل کا تیرہ (۱۳) دوسرے صرف تین میتوں کو جنت المعلیٰ میں دفنانے کی اجازت ملی جن میں دو خواتین جو سعودی تھیں۔ اور ایک ذوالکفل (جو ازل ہی سے وہاں کا شہری تھا)۔ اور پھر یہی نہیں جانے کس شان و مرتبے کا آدمی تھا وہ اپنے رب کے حضور کتنا معزز اور باوقار تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اسے جگہ بھی احاطہ بنو ہاشم میں اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں نصیب ہوئی۔ اللہ اکبر۔ اللہ کا کیسا برگزیدہ بندہ تھا وہ، مجھ پر رشک اور خوش بختی کے معنیٰ اور ان کی پُراسراریت اپنی مکمل تاثیر و تکمیل اور کیفیتوں کے والہانہ احساس کے ساتھ کھل رہے ہیں۔ یہ حقیقت خیال ہی اندر سے مجھے زندگی کا ایک نیا آہنگ عطا کیے ہوئے کہ روزِ حشر، ذوالکفل کن کے قدموں سے اٹھایا جائے۔ اللہ اکبر، سلیم بھائی کہاں گم ہوگئے اُس فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے قریب سے پکارا۔ میں اپنی حیرت اور واقعہ کے سحر سے نکل کر اس کی آواز پر دھیان دیتا ہوں، کیا سوچ رہے ہیں آپ؟ اس نے مسکراتے ہوئے کہا، ایک نظم سنو پھر اس نے کئی نظمیں سنائیں، وہ اُٹھا ہم نے مصافحہ کیا اُس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ وہ ہر اچھے کام میں پہل کرنے کا عادی تھا۔ اس کا ہاتھ اب بھی میرے ہاتھ میں ہے، سب کہتے ہیں وہ چلا گیا...... تو پھر حرم کے باہر فٹ پاتھ پر یہ کون ہے جو میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔

پروفیسر سید محمد ذوالکفل بخاری شہید کی یاد میں

حبیب الرحمٰن بٹالوی

جب غم میں دن سے رات ہوئی
میری آنکھوں میں برسات ہوئی
اور دل کے نازک تاروں پر
طوفانوں نے اک وار کیا
تقدیر نے اپنے ہاتھوں سے
اک تیر کہ دل کے پار کیا
وہ نیک مقدر بیَراگی
اُس جوگی نے جب جوگ لیا
جب غم کی آندھی تیز ہوئی
ہم سب کی نبضیں ڈوب گئیں
اور زیست قیامت خیز ہوئی
سب اپنے پرائے، باپ اور ماں
جب روتے تھے سب پیر و جواں
اک ہُوک سی دل سے اُٹھتی تھی
اک درد کا مارا پھرتا تھا
کوئی ہم دم، ساتھی مل جائے
تری باتیں میں دو چار کروں
غم بانٹنے والا تجھ سا ہو
تری یادوں سے میں پیار کروں
ہم راز تھا، حوصلہ دیتا تھا
تری باتیں
میں دن رات کروں
میں کس سے؟ کون سی بات کروں!

شہر آشوب

پروفیسر خالد شبیر احمد

اُمڈا وہ سیلِ اشک شکیبائی ختم تھی　　اک اک بدن سے تاب و توانائی ختم تھی

گلشن میں گرچہ شور تھا فصلِ بہار کا!　　ہر گُل کا چہرہ زرد تھا رعنائی ختم تھی

تھے بند اپنی ذات کے گنبد میں سارے لوگ　　تنہا تھا فرد فرد، پذیرائی ختم تھی

ہیرے تراشتے ہوئے گزری تمام عمر　　فارغ ہوئے تو آنکھ سے بینائی ختم تھی

مدقوق چہرے دیکھ کر آئینے گنگ تھے　　شیشوں سے گویا عکس شناسائی ختم تھی

آسودگی کی راہ پہ چلنے کا تھا ثمر!　　عیسیٰ بنے تھے لوگ مسیحائی ختم تھی

شہرِ وفا سے گزرے تو منظر عجیب تھا　　تھا شورِ شر کچھ ایسا کہ تنہائی ختم تھی

مبہوت سارے لوگ تھے منظر تھا دلخراش　　اٹکی تھی بات حلق میں گویائی ختم تھی

وہ شہر بے ثبات تھا جس میں کہ بے گماں　　فکر و نظر میں سوچ کی گہرائی ختم تھی

ظلمت کا تھا وفور تو نظریں تھیں تیز تر　　سورج ہوا طلوع تو بینائی ختم تھی

دیکھا ہے میں نے ایسا بھی خالدؔ وہ ایک شہر　　دانا تمام لوگ تھے دانائی ختم تھی

مسلمان اُٹھ

مولانا احسن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

پیغامِ اجل دیتے نہیں کیوں ہستی کو
ہم رشتۂ رفعت کیوں کرتے نہیں پستی کو
یہ بیمِ زیاں کیسا توحید پرستی میں
اب یاس کے عالم سے اے پیکرِ حرماں اُٹھ
اُٹھ خوابِ تغافل سے اے مردِ مسلماں اُٹھ

مومن کی سر افرازی تخلیق کا حاصل ہے
اک بارِ امانت کا تو دہر میں حامل ہے
تیرے لیے محکومی تو زہرِ ہلاہل ہے
اب قیدِ غلامی سے اے یوسفِ زنداں اُٹھ
اُٹھ خوابِ تغافل سے اے مردِ مسلماں اُٹھ

وہ شورِ جرس اُٹھا سامانِ سفر کر لے!
اُٹھ اور رگ و پے میں صہبائے عمل بھر لے
آرام و سکوں کھو کر سوزِ دل مضطر لے
ہاں صورتِ نشتر پھر سوئے رگِ جاں اُٹھ
اُٹھ خوابِ تغافل سے اے مردِ مسلماں اُٹھ

افسردہ دلی ہر دم ہر لحہ پریشانی
اے مسلمِ رادہ دل نادانی ہے نادانی
محرومِ سفر کر دے کیوں سوختہ سامانی
کر سوزِ یقین پیدا اور سوختہ سامان اُٹھ
اُٹھ خوابِ تغافل سے اے مردِ مسلماں اُٹھ

ہاں گم ہے اس نقطہ پر حکمتِ فارابی
کونین کا سرمایہ ہے قلب کی بے تابی
خورشید کو خوں کر دے یہ ذرّۂ سیمابی
اس ذرّہ کو چمکا اور باحالِ پریشاں اُٹھ
اُٹھ خوابِ تغافل سے اے مردِ مسلماں اُٹھ

(مطبوعہ ذکر وفکر، ص:۱۰۲، مرتبہ: سید محمد طفیل احمد بدر امروہوی ناظم انجمن بہار ادب، لاہور)
(ناشر: تاج کمپنی لمیٹڈ، قرآن منزل ریلوے روڈ لاہور)

پروفیسر محمد اکرام تائبؔ

رنگِ سخن

موجِ خیال

آرزوئے شبِ وصال نہ کر
اُن کو چُھونے کی تو مجال نہ کر
سانس سکھ کا کبھی تو آئے گا
اب یہ بُھولے سے بھی تو خیال نہ کر
اپنی غیرت کا امتحان نہ لے
گھٹ کے مر جا مگر سوال نہ کر
ذکرِ جام و خُم و کلال نہ کر
دھول اڑتی ہے موت کی تائبؔ
اب تو آرائشِ جمال نہ کر

فکاہیہ

حسرت موہانی کی روح سے معذرت کے ساتھ

''بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں''
الٰہی مجھ کو ہمسائے وہ کیوں کر یاد آتے ہیں
''نہ چھیڑ اے ہم نشیں! کیفیتِ صہبا کے افسانے''
مجھے پولیس کے اب تک وہ ہنٹر یاد آتے ہیں
''نہیں آتی تو یاد اُن کی مہینوں تک نہیں آتی''
مگر جب کام پڑتا ہے تو اکثر یاد آتے ہیں
کِیا تھا تم نے یہ وعدہ کہ اُن کو بھول جاؤں گا
''تجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آتے ہیں''
گئے تھے مانگنے جب ووٹ ہم پچھلے الیکشن پر
سڑے انڈے، گلے مجھ کو ٹماٹر یاد آتے ہیں
اُڑا کر لے گئے بٹوہ گلے ملتے ہی جو تائبؔ
تمہارے شہر کے وہ بھی ستم گر یاد آتے ہیں

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

● **نام رسالہ: توہینِ رسالت کا مسئلہ اور عمار خان ناصر** تحریر: حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مدظلہٗ

ضخامت: ۶۴ صفحات قیمت: ۲۰ روپے ملنے کا پتہ: دارالافتاء والتحقیق جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک، لاہور

ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی والہانہ وابستگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع میں گستاخی کرنے والے دریدہ دہنوں کے راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ کہ مسلمان ایسے قبیح عمل کے ارتکاب پر اپنے جذباتِ عشق کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ اب چونکہ وہ اظہار نئی روشنی میں ’’غیر مہذّب‘‘ نظر آتا ہے اس لیے بے چارے متجدّ دین اس فکر میں گھلے جارہے ہیں کہ کس طرح اس کی تہذیب وتنقیح کر کے اس عمل کو دریدہ دہن گستاخوں کے حامی فسق وکفر سرایت کیے ہوئے معاشرے کے لیے قابلِ قبول بنایا جائے۔ اس سلسلے میں بہت زیادہ محنت وکاوش سے کام لے کر جگر سوزیوں اور خون اندوزیوں کے بعد ایسی ایسی دور از افتادہ تحقیقات کی جاتی ہیں کہ ہزار مضحکہ خیز ہونے کے باوجود نکتہ سنجی بلکہ نکتہ گری (بعد الوقوع) کی دھاک ضرور بیٹھ جاتی ہے۔

متجدّ دین کے اس خائب الابد گروہ کے سرحلقہ افراد میں آج کل (مولوی) عمار خان ناصر صاحب کا نام خاصے تواتر سے لیا جارہا ہے۔ عمار صاحب نے اس موضوع پر جس کونے سے دانش مندی پڑوہی اور فرہنگ افزائی کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مملکت خداداد پاکستان (جس کا مطلب مبیّنہ طور پر لا الٰہ الا اللہ بھی بتایا جاتا ہے) میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وتقدیس پر زبان درازی پر قانوناً دی جانے والی سزا غلط ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے اگر چہ اُمّت کے جمہور علما اس کے قائل سہی لیکن حنفیہ اس مسئلے پر اس طرح فتویٰ نہیں دیتے۔

حضرت الاستاذ مفتی عبدالواحد (**انار اللّٰہ برھانہ و بجز بل الاجر اعظم شانہ**) نے عمار صاحب کی اس اغلوطہ خائی پر تحقیقی جواب سپرد قلم فرمایا ہے۔ جس میں بطورِ خاص

ا۔ حنفیۂ مرضیہ رحمہم اللہ کے مسلک وفتویٰ کی تحقیق وتنقیح اور اس سلسلے میں پیش کی جانے والی سطحی دلیلوں کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ اپنی عظیم متکلمانہ شان کے مطابق جناب تجدّد پناہ کے اپنے ہی اصولِ استنباط (جہاں ہیں اور جیسے ہیں) کی روشنی میں ان کے اس دعویٰ پر سے ملمع کی پرتیں اتاری ہیں۔ **فجزاہ اللّٰھم باحسن الجزاء واکرم النعماء**

متجد دین کے سرگروہ کی سفسطہ آرائی اور تجہیل عارفانہ کی ایسی عمدہ نقاب کشائی پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قارئین ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆

ادارہ

اخبار الاحرار

لاہور (یکم اکتوبر۲۰۱۲ء) تحریکِ ختمِ نبوت کے رہنما اور مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ تحریک تحفظ ناموس رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) جاری ہے اور جاری رہے گی، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات امن کی ضامن ہیں، امن صرف اور صرف آمنہ کی گود میں ملے گا، اسلامی والہامی احکامات اور مسلم اُمہ کو دہشت گردی سے جوڑنے والے خود انسانیت کے ابدی دشمن ہیں اور دنیا میں درندگی کے مرتکب ہو رہے ہیں، وہ مسجد احرار ماڈل ٹاؤن گجرات میں ایک اجتماع اور ملاقات کے لیے آنے والے مختلف وفود سے اظہار خیال کر رہے تھے، اِس موقع پر ضلعی امیر حافظ ضیاء اللہ ہاشمی، چودھری اللہ رکھا، کاظم اشرف، چودھری محمد ارشد مہدی، قاری احسان اللہ اور دیگر حضرات بھی موجود تھے، عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ تحریکیں منظم کرنے کے لیے اولین چیز لوگوں کا سچا جذبہ اور خلوص نیت ہے اور یہ امر بڑا اہم ہے کہ محبت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی موجودہ تحریک نے پوری دنیا کے تمام مسالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت جیسی قدرِ مشترک اتنی مضبوط ہے کہ امت کے تمام طبقات اس پر متفق بھی ہیں اور متحد بھی! انہوں نے کہا کہ اِسی لیے دشمن اِس قدرِ مشترک پر وار کرتا ہے، دشمن کو منہ توڑ جواب دینا ہمارے ایمان کا بنیادی تقاضا ہے جس سے کسی صورت انحراف نہیں کیا جاسکتا۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے ضلع حافظ آباد کے گاؤں ''مانگٹ اونچا'' میں ''تحفظ ناموس رسالت ریلی'' کو قادیانیوں کی طرف سے روکنے اور غنڈہ گردی کا مظاہرہ کرنے والوں کے خلاف فوری کارروائی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ قادیانی پوری دنیا میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ کھڑے ہیں، قادیانی اب بھی اکھنڈ بھارت کے لیے کام کر رہے ہیں، جبکہ حکومت امتناع قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد نہیں کر رہی۔ انہوں نے وفاقی وزیر ریلوے حاجی غلام احمد بلور اور وفاقی وزیر مملکت برائے دفاع سردار سلیم حیدر خاں کے توہین رسالت کے مرتکبین بارے خیالات اور بیانات کا خیر مقدم کرتے ہوئے اِسے سچے عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعبیر کیا اور کہا کہ تمام سیاستدانوں کو مفادات اور خوف سے باہر نکل آنا چاہیے اور دونوں وزراء کی تائید وتقلید کرنی چاہیے، خالد چیمہ نے ناگڑیاں اور کوٹلہ ارب علی خاں کا دورہ بھی کیا بعد ازاں انہوں نے جامعہ اسلامیہ (کامونکی) میں ایک دینی وتربیتی کنونشن میں بھی شرکت کی۔

☆☆☆

چیچہ وطنی (۲/اکتوبر) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے ادارہ رحیمیہ لاہور

کے بانی حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری کے انتقال پُر ملال پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے مغفرت کی دعا کی ہے۔ خالد چیمہ نے مولانا مفتی عبدالخالق آزاد، مولانا عبدالمتین نعمانی اور مولانا راؤ ارشاد احمد خان سے فون پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

☆☆☆

چیچہ وطنی (۵؍اکتوبر) قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری اور عبداللطیف خالد چیمہ کی ہدایت کے مطابق ملک بھر کی طرح چیچہ وطنی میں بھی مجلس احرارِ اسلام کے زیرِ اہتمام احتجاجی سلسلہ جاری رہا اور مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات حافظ محمد عابد مسعود نے مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی میں نماز جمعۃ المبارک سے قبل پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف توہین آمیز فلم کے خلاف احتجاجی تقریر کی اور مطالبہ کیا کہ یوٹیوب سے اس فلم کو بلا تاخیر ہٹایا جائے۔

روزنامہ ''اوصاف''، محض ایک اخبار نہیں بلکہ ایک صحافتی مشنری ادارہ ہے جو قادیانیوں کے خلاف قلمی جہاد کر رہا ہے

چیچہ وطنی (۵؍اکتوبر) روزنامہ ''اوصاف'' لاہور کے دفتر پر حملے کو دہشت گردی قرار دیتے ہوئے سب ڈویژن چیچہ وطنی کے مختلف دینی وسیاسی حلقوں نے شدید الفاظ میں مذمت کی۔ مجلس احرارِ اسلام، جمعیت علماء اسلام، تحریک تحفظ ختمِ نبوت، مجلس خُدامِ صحابہ، تحریک طلباء اسلام، جمعیت طلباء اسلام اور ختمِ نبوت سٹوڈنٹس جوائنٹ ایکشن کمیٹی کے رہنماؤں نے کہا ہے کہ روزنامہ ''اوصاف''، محض ایک اخبار نہیں بلکہ ایک صحافتی مشنری ادارہ ہے جو دنیا بھر میں تحریک تحفظ ناموس رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پر امن جدوجہد کا ترجمان مانا اور سمجھا جاتا ہے، مختلف جماعتوں کے رہنماؤں قاری محمد قاسم، حافظ محمد عابد مسعود، حافظ حبیب اللہ چیمہ، پیر جی عزیز الرحمٰن، حاجی محمد یعقوب، رانا احمد نواز، حکیم حافظ محمد قاسم، حافظ حفیظ اللہ گجر، قاضی عبدالقدیر، مرزا صہیب اکرام، محمد قاسم چیمہ نے الگ الگ بیانات میں روزنامہ ''اوصاف'' کے لاہور دفتر پر حملے کو صحافت پر حملے سے تعبیر کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ ملزمان کو بلا تاخیر گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ اِن رہنماؤں نے کہا کہ ہم مہتاب خان کے جرأت مندانہ صحافتی کردار کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ عقیدۂ ختمِ نبوت کے دشمنوں مرزائیوں سے ''اوصاف'' نے جو قلمی جہاد شروع کر رکھا ہے مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر اُسے تحسین وقدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

☆☆☆

لاہور (۶؍ اکتوبر) تحریک ختمِ نبوت کے رہنما اور مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف

خالد چیمہ نے کہا ہے کہ بُعد المشر قین رکھنے والی پیپلز پارٹی اورن لیگ نگران وزیراعظم کے لیے ''عاصمہ جہانگیر'' کے نام پر اندرونِ خانہ متفق ہیں۔جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ دونوں جماعتیں امریکی وعالمی ایجنڈے کے ماتحت ہی کام کررہی ہیں۔انہوں نے کہا کہ قرار داد مقاصد، قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور آئین کی اسلامی دفعات کے خلاف برسر پیکار عاصمہ جہانگیر اوراُن کا ہیومن رائٹس کمیشن عوام اور دینی حلقوں میں خاصا متنازعہ ہے اور عاصمہ جہانگیر قادیانیوں کی وکالت کے لیے مشہور ہیں اس لیے محبِّ وطن سیاسی حلقوں اور دینی جماعتوں کو عاصمہ جہانگیر کی ممکنہ نگرانی وزیراعظم کے لیے نامزدگی کو مسترد کرنا چاہیے۔ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ دینی جماعتوں کو عاصمہ جہانگیر کی نامزدگی کو مسترد کرنے میں کسی ہچکچاہٹ سے کام نہیں لینا چاہیے۔علاوہ ازیں عبداللطیف خالد چیمہ نے سینٹ کی ''مجلس قائمہ برائے قومی ہم آہنگی'' کی طرف سے رمشا مسیح کیس میں غیرملکی امداد سے چلنے والی بعض این جی اوز کے کردار کو شدید تنقید کا نشانہ بنانے کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ کا شکر ہے کہ مقتدر حلقوں کو بھی پتہ چل گیا کہ غیرملکی این جی اوز ہمارے تشخص کے ساتھ کون سا خطرناک کھیل کھیل رہی ہیں۔

☆☆☆

بورے والا (۱۲/اکتوبر) تحریک ختم نبوت کے رہنما اور مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے بورے والا کے قریب نوشہرہ جملیرا کی جامع مسجد میں ''تحفظ ناموس رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کانفرنس'' سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ عالمِ کفر اسلامی تعلیمات کے تیزی سے پھیلاؤ سے گھبرا کر دہشت گردی اور توہین انسانیت پر اتر آیا ہے، توہین رسالت کے مرتکبین دنیا کے امن کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔اسلام دہشت گردی کی مکمل نفی کرتا ہے، انہوں نے کہا کہ ملالہ یوسفزئی اور دیگر طالبات پر حملہ ہر لحاظ سے قابلِ مذمت بلکہ قابلِ نفرت ہے۔خالد چیمہ نے کہا کہ ملالہ کے ساتھ زخمی ہونے والی دو طالبات شازیہ اور کائنات کا کیا قصور ہے کہ اُن کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔انہوں نے کہا کہ ملالہ پر حملہ کی منصوبہ بندی سی آئی اے نے کی اور حملہ بلیک واٹر نے کیا تاکہ شمالی وزیرستان میں آپریشن کا جواز مہیا ہو سکے جو بدترین انسانیت دشمنی کا مظہر ہے، انہوں نے کہا کہ کہا جارہا ہے کہ حملہ آور گُنڑ سے آئے، لیکن آپریشن شمالی وزیرستان میں کرنے کی راہ ہموار کی جارہی ہے؟ انہوں نے کہا کہ وفاقی وزیر داخلہ عبدالرحمٰن ملک کو شاملِ تفتیش کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں کہ ان کے علم میں ہے کہ دہشت گرد ایک ہفتہ سے سوات میں کن کن مقامات پر مقیم رہے! بعدازاں محمد طارق جوئیہ کی رہائش پر دینی جماعتوں کے کارکنوں سے خطاب میں عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ مولانا فضل الرحمٰن نے ٹھیک کہا ہے کہ علماء سے ملالہ پر حملے کی مذمت کا کہنے والے خود قاتل ہیں۔انہوں نے کہا کہ عافیہ

صدیقی امریکی قید میں ہے اور ڈرون حملوں میں ملالہ سے بھی کم عمر کی بچیاں اور بچے دن رات ہلاک ہو رہے ہیں! ہم نہیں کہتے کہ ڈرون حملے ملالہ پر حملے کا جواز ہیں لیکن سوال کرنے کا اِنسانی حق ہم رکھتے ہیں کہ چیخنے والے اپنی غیر جانبداری اور انسان دوستی کو یقینی بنائیں اور سب بے گناہوں کے قاتلوں کو کٹہرے میں لائیں، اِس موقع پر صوفی عبدالشکور احرار، محمد نوید طاہر، اللہ بخش اور دیگر حضرات بھی موجود تھے۔

☆☆☆

لاہور (۶/ اکتوبر) اسلام، قرآن کریم اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف امریکی و مغربی ممالک کی توہین آمیز مہم کے خلاف مجلس احرارِ اسلام پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت نے گزشتہ روز بھی احتجاجی سلسلہ کو جاری رکھا، قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد، عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد مغیرہ، قاری محمد یوسف احرار، میاں محمد اویس، حافظ محمد عابد مسعود اور دیگر رہنماؤں نے اپنے احتجاجی خطابات اور بیانات میں کہا کہ تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تحریک قیامت تک جاری رہے گی۔ قانون تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکبین ازلی و ابدی بد بخت اور جہنمی ہیں۔ قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری اور عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ آئندہ جمعتہ المبارک کو بھی ملک گیر احتجاج ہو گا، علاوہ ازیں متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے قائدین مولانا زاہد الراشدی، مولانا محمد الیاس چنیوٹی، عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا عبدالرؤف فاروقی، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، رانا محمد شفیق خاں پسروری اور مرزا محمد ایوب بیگ نے کہا ہے کہ تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی شہ رگ ہے اور ایمانی تقاضے اور دینی غیرت کا مظاہرہ ہمارا شیوہ ہے ہم اس جدوجہد پر قربان ہونے کی سعادت دارین کی کامیابی سمجھتے ہیں۔ ختم نبوت رابطہ کمیٹی کے قائدین نے کہا کہ قادیانی کائنات کے بدترین گستاخ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اِن کے بارے آئین میں درج قوانین پر عمل درآمد نہ کروانا اور چناب نگر (ربوہ) میں حکومتی رٹ قائم نہ کرنا قادیانی اِرتداد کی آبیاری کرنے کے مترادف ہے، دستور پاکستان سے انحراف کا پہلا وار قادیانیوں نے کیا اور قادیانی ہر اسلام دشمن تحریک کے پیچھے نظر آتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ حکومت اور سیاستدان قادیانیوں کی اینٹی پاکستان سرگرمیوں کو مسلسل نظر انداز کر رہے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ یوٹیوب سے توہین آمیز فلم بلا تاخیر ہٹائی جائے، علاوہ ازیں مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ اخباری اطلاعات کے مطابق ''اسامہ کے خلاف آپریشن کے وقت فضائیہ کے آپریشنل اثاثے گراؤنڈ کر دیئے گئے اور تمام راڈار بند کر دیئے گئے'' پوری قوم کے لیے حیران کن اور ملکی سلامتی کے اداروں کے لیے ایک اہم سوالیہ نشان ہے۔ خالد چیمہ نے کہا کہ امریکی ڈرون حملوں سے اپنے بے

گناہ شہریوں کو مروانے والی حکومت اور ذمہ داران کو خون کے ایک ایک قطرے کا حساب دینا پڑے گا، انہوں نے روسی وزیر خارجہ کی طرف سے پاکستان میں امریکی ڈرون حملوں کو غیر قانونی قرار دیئے جانے سے متعلق بیان کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کو آزاد خارجہ پالیسی اپنا کر امریکی تسلط سے نکلنے کی ضرورت ہے تا کہ پاکستان حقیقی معنوں میں ایک آزاد اور اسلامی فلاحی ریاست بن سکے۔

☆☆☆

چیچہ وطنی (۶/ اکتوبر) جامعۃ الرشید کراچی کے ذیلی شعبہ حلال فاؤنڈیشن پاکستان کے مفتیان کرام اور ریسرچرز نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا اور تجارت کی اجازت دی جس میں خیر و برکت عطاء فرمائی ہے۔ عالم کفر ہمارے معاملات اور لین دین میں اس حد تک دخیل ہے کہ ہمیں اپنا رزق حلال تلاش کرنا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے تعاون سے حلال فاؤنڈیشن پاکستان کے زیر اہتمام مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ کی زیر صدارت مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی میں منعقدہ ''حلال آگہی سیمینار'' سے حلال فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) پاکستان کے مسئول مولانا مفتی محمد نعیم شاہد نے اپنے لیکچر میں کہا کہ ہمیں اس بات تک مکمل رسائی و آگاہی ہونی چاہیے کہ ہم جو چیز کھا پی رہے ہیں وہ کس حد تک حلال ہے اور ملٹی نیشنل کمپنیوں نے خورد ونوش اور میک اپ کی مصنوعات میں جو اجزائے ترکیبی خود وضع کیے ہیں ان میں خطرناک حد تک حرام اجزا کی ریشو کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حدیث مبارک کی روشنی میں حلال کی طلب ہر مسلمان پر ضروری ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی دعائیں کیوں قبول ہوتی ہیں تو انہوں نے فرمایا! ''میں اپنے منہ میں کوئی بھی لقمہ یہ جانے بغیر نہیں ڈالتا کہ یہ کہاں سے آیا ہے یعنی حرام ہے یا حلال!'' مفتی سید عارف علی شاہ نے کہا کہ دین وتجارت دو الگ الگ شُعبے نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عام تصور کے برخلاف معاملات کے بارے میں بھی اسلام کی واضح ہدایات ہیں کیونکہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے یہ جس طرح عقائد واخلاق اور عبادت کی تعلیم دیتا ہے بالکل اسی طرح مالی معاملات میں بھی بھرپور رہنمائی کرتا ہے انہوں نے کہا کہ یہ اسلامی معاشی تعلیمات سے دوری کا فطری نتیجہ ہے کہ ہمارا معاشرہ معاشی بدحالی، استحصال اور بدامنی جیسی خرابیوں کا بری طرح شکار ہے کیونکہ یہ سب دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی کوکھ سے جنم لیتی ہیں۔ سیمینار سے شرعیہ ریسرچ ڈیپارٹمنٹ پاکستان کے انچارج مولانا مفتی سید عابد شاہ اور شعبہ کنسلٹنسی سروسز کے کوارڈی نیٹر مولانا مفتی سجاد حسین ظفر نے بھی خطاب کیا اور اپنے اپنے موضوعات پر تجزیہ پیش کیا۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ دجالی تہذیب کی تباہ کاریوں سے امت مسلمہ کو بچانے کے لیے جامعۃ الرشید کراچی کا کردار ہمارا

دینی وقومی اور معاشرتی اثاثہ ہے، تلاوت قرآن کریم کی سعادت حکیم حافظ محمد قاسم نے حاصل کی، جبکہ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات حافظ محمد عابد مسعود نے نقابت کے فرائض انجام دیئے۔ سیمینار میں پراجیکٹر کی مدد سے لوگوں کو اِنتہائی مفید معلومات بہم پہنچائی گئیں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی شخصیات اور افراد نے بڑی تعداد میں شرکت کی آخر میں سوال وجواب کی مفید نشست بھی منعقد ہوئی، یہ اجتماع مفتی ذکاءاللہ کی دعا سے اختتام پذیر ہوا، اگلے روز ۷/اکتوبر بروز اتوار کو حلال فاؤنڈیشن کے اس وفد نے مولانا ذکاءاللہ کی میزبانی میں دارالعلوم ساہیوال میں نو بجے صبح ساہیوال ڈویژن کے علماء کرام کو بریفنگ دی جبکہ بعد نماز مغرب ایک ہال میں ''حلال آگہی سیمینار'' منعقد ہوا جس میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے حضرات نے بڑی تعداد میں شرکت کی، مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے ناظم اعلیٰ عبداللطیف خالد چیمہ، دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے صدر مدرس قاری محمد قاسم اور یونیورسٹی سکولز سسٹم کے محمود احمد محمود نے بھی خصوصی طور پر شرکت کی یہ سیمینار جناب قاری منظور احمد طاہر کی دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

لاہور (۱۶/اکتوبر) مجلس احرارِ اسلام لاہور (شالیمار ٹاؤن) کے امیر حاجی خلیل احمد ۱۶/ اکتوبر کو انتقال کر گئے، میاں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار اور کارکنان احرار نے بھی شرکت کی۔ مرحوم بابا جی حبیب صاحب کے عزیز تھے، حضرت امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ نے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی ہے۔

☆☆☆

چناب نگر (۱۵/اکتوبر) پاک انجمن خواتین اسلام لاہور کی خواتین جو رفاہی و دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں اور چناب نگر کی جامع مسجد کے متصل مسلم ہسپتال کی تعمیر میں خوب حصہ لے رہی ہیں، کم وبیش ۱۲ خواتین پر مشتمل ایک وفد نے جماعت کے مرکزی ناظم نشریات میاں محمد اویس کی والدہ محترمہ اور اہلیہ کی معیت میں چناب نگر کا سفر کیا، محترم میاں محمد اویس اِن کے رہبر تھے اِن خواتین اسلام نے پہلی مرتبہ چناب نگر دیکھا میاں محمد اویس صاحب نے معلومات فراہم کیں، خواتین نے زیرِ تعمیر مسلم ہسپتال کا مشاہدہ کیا، جامع مسجد احرار میں محترم مولانا محمد مغیرہ نے صورتحال سے اِن کو بریف کیا، اِس موقع پر خواتین نے چناب نگر کے دینی ورفاہی مراکز اوران کی تعمیر وترقی میں گہری دلچسپی ظاہر کی، جماعت کے مرکزی سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ ہماری قابل احترام ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی چناب نگر کے قدیمی مسلم مرکز میں آنا نہایت ہی خوش آئند ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ پاک انجمن خواتین اسلام چناب نگر میں مسلم اداروں کی خصوصی سرپرستی فرمائیں گی۔

ادارہ

مسافرانِ آخرت

☆ **شیخ الحدیث مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ:** جامعہ دارالعلوم اسلامیہ پشتون آباد کوئٹہ کے بانی شیخ الحدیث مولانا نور محمد صاحب ۳؍اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک انتقال فرما گئے۔ مولانا مرحوم جیّد عالم دین تھے۔ انہوں نے سینکڑوں طلباء کو تفسیر قرآن اور حدیث شریف کے علم سے سیراب کیا، وہ قومی اسمبلی کے رکن اور صوبائی وزیر بلدیات بھی رہ۔ مولانا مرحوم ہماری مہربان مولانا رشید احمد حقانی کے چچا تھے۔

☆ **مولانا قاضی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ:** عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع رحیم یار خان کے امیر، جامعہ قادریہ کے بانی و مہتمم اور مولانا قاضی شفیق الرحمٰن کے والد ماجد مولانا قاضی عزیز الرحمٰن ۱۲؍اکتوبر ۲۰۱۲ء کو رحلت فرما گئے۔ اُن کی نماز جنازہ ۱۳؍اکتوبر بروز ہفتہ بعد نمازِ ظہر مرکزی عیدگاہ میں ادا کی گئی۔ قاضی صاحب مرحوم بہت ہی شفیق اور وضع دار انسان تھے۔ علماء کرام، دینی مدارس اور دینی جماعتوں کے رہنماؤں کے ساتھ اُن کا حسنِ سلوک اور محبت مثالی تھی۔ ختم نبوت کے لیے کام کرنے والی جماعتوں اور کارکنوں سے بہت ہمدردی اور تعاون فرماتے۔ جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم اور سید محمد کفیل بخاری کو اپنے ہاں مدعو فرماتے۔ ان حضرات کے اپنے جامعہ میں بیانات کراتے۔ ان کی نمازِ جنازہ میں مجلس احرارِ اسلام رحیم یار خان کے تمام عہدیداران، مولانا فقیر اللہ، حافظ محمد اشرف، حافظ عبدالرحیم نیاز اور کارکنانِ احرار کے علاوہ علاقہ بھر سے علماء اور طلباء کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور سید محمد کفیل بخاری نے قاضی شفیق الرحمٰن صاحب سے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے مولانا مرحوم کے درجات کی بلندی اور پسماندگان کے لیے صبر کی دعا کی ہے۔

☆ **شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ:** جامعہ مدنیہ بہاول پور کے شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف ۱۲؍اکتوبر ۲۰۱۲ء کو انتقال فرما گئے۔ اُن کی نماز جنازہ ۱۳؍اکتوبر کو ۱۱ بجے دن عیدگاہ میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں علماء، حفّاظ، طلباء اور دینی حلقوں سے تعلق رکھنے والے حضرات نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ مولانا نے تمام عمر تعلیم و تدریس میں گزاری۔ سینکڑوں طالبانِ علوم دینیہ نے اُن سے کسب فیض کیا۔

☆ **حافظ محبوب احمد رحمۃ اللہ علیہ:** جامعہ خیر المدارس ملتان کے درجہ حفظ قرآن کریم کے قدیم استاذ اور شیخ القراء حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے قابل فخر شاگرد حافظ محبوب احمد صاحب ۲۸؍ذیقعد ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۶؍اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز منگل صبح انتقال کر گئے۔ مرحوم کی نمازِ جنازہ اسی روز بعد نماز ظہر جامعہ خیر المدارس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق دامت برکاتہم نے آنسوؤں میں ڈوبی آنکھوں اور رندھی ہوئی آواز کے ساتھ پڑھائی۔ نمازِ جنازہ سے قبل مہتمم جامعہ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے اپنے مختصر خطاب میں حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ قرآن اور جامعہ کے ساتھ وفاداری پر انہیں زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ قاری محمد حنیف صاحب نے بتایا کہ وہ خود اور اُن کے

خاندان کے سبھی بچے اور بچیاں حافظ صاحب مرحوم کے شاگرد ہیں۔ حافظ صاحب ۱۹۵۰ء کے عشرے میں خیر المدارس سے وابستہ ہوئے، یہیں قرآن حفظ کیا اور پھر ۱۹۶۱ء میں تدریس کے منصب پر فائز ہوگئے۔ خیر المدارس سے اُن کی وفا و محبت کا عرصہ نصف صدی سے زائد عرصے پر محیط ہے اور آج اُن کا جنازہ بھی جامعہ میں ہی پڑھا جارہا ہے۔ نمازِ جنازہ میں حافظ صاحب مرحوم کے شاگردوں، دوستوں اور حفاظ و علماء کی بہت بڑی تعداد نے شرکت کی۔ حافظ محبوب احمد رحمۃ اللہ، ابنِ امیر شریعت حضرت حافظ سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہٗ اور ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کے حفظ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے، قرآن کو اُن کا گواہ بنائے اور درجات بلند فرمائے (آمین)۔ ادارہ نقیب ختم نبوت اور مدرسہ معمورہ کے تمام اساتذہ و کارکنان مرحوم کے لیے دُعا گو ہیں، خیر المدارس کے اساتذہ اور مرحوم کے پسماندگان کے غم میں شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر عطاء فرمائے (آمین)۔

☆ **بھائی خلیل الرحمٰن مرحوم:** مجلس احرار اسلام لاہور کے انتہائی مخلص کارکن اور مستری عبدالعزیز مرحوم (بادامی باغ والے) کے فرزند، محترم شفیق الرحمٰن کے بھائی جناب بھائی خلیل الرحمٰن ۱۶؍ اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز منگل لاہور میں انتقال کر گئے۔ مرحوم گزشتہ ایک سال سے گردوں کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ اُن کے والد مستری عبدالعزیز مرحوم، حضرت امیر شریعت کے انتہائی عقیدت منداور مجلس احرار اسلام کے رکن تھے۔ بھائی خلیل مرحوم نے اس تعلق کو زندگی کے آخری سانس تک نبھایا۔ وضع داری اور وفا کی روایت کو نہایت احسن طریقے سے نبھایا۔ دفتر مجلس احرار اسلام لاہور میں ماہانہ مجلس ذکر اور درسِ قرآن میں باقاعدہ شریک ہوتے اور حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کا بیان سنتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے (آمین)

☆ جمعیت علماء اسلام (س) اور پاکستان شریعت کونسل پنجاب کے رہنما مولانا محمد شفیع قاسمی (خطیب جامع مسجد معاویہؓ) کی والدہ ماجدہ گزشتہ دنوں انتقال فرما گئیں، عبداللطیف خالد چیمہ نے تعزیت کا اظہار اور دعائے مغفرت کی ہے۔

☆ **اہلیہ جناب خالد مسعود خان:** ممتاز شاعر اور معروف کالم نگار اور ہمارے پرانے مہربان جناب خالد مسعود خان کی اہلیہ ۲۱؍ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو انتقال کر گئیں۔

احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کا اہتمام فرمائیں (ادارہ)

دعائے صحت

ممتاز مصنف و محقق جناب بشیر احمد (راولپنڈی) گزشتہ کچھ عرصے سے علیل ہیں

ملتان میں مجلس احرار اسلام کے نہایت مخلص کارکن جناب منیر عباس صاحب کے بہنوئی محمد اختر وینس روڈ ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہوگئے ہیں۔

ساہیوال میں ہمارے معاون خصوصی جناب شیخ محمد اکرم علیل ہیں۔

احباب و قارئین سے دعاء کی درخواست ہے تمام مریضوں کی صحت یابی کے دعاء فرمائیں (ادارہ)

بیاد محدث بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ بستانِ عائشہ

بانی

سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ

1989

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

کی تعمیر شروع ہے

چھے درس گاہیں، وضو خانہ اور طہارت خانے تعمیر ہو چکے ہیں۔ تین درس گاہوں کی تعمیر باقی ہے۔

مخیر حضرات

نقد رقوم، اینٹیں، سیمنٹ سریا بجری اور دیگر سامانِ تعمیر دے کر جامعہ کے ساتھ تعاون فرمائیں

★ طالبات کے بیٹھنے کے لیے فرنیچر اور کتابوں کی الماریوں کا کام جاری ہے

★ جامعہ میں وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق شعبہ حفظ و ناظرہ، ترجمہ قرآن و تفسیر اور فقہ کی تعلیم جاری ہے

نوٹ

اپنے عطیات، زکوٰۃ و صدقات جامعہ کو عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ تاکہ جامعہ کا تعلیمی سلسلہ بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہ سکے۔ (جزاکم اللہ خیر)

تخمینہ

30,00,000
(تیس لاکھ روپے)

3,00,000
(تین لاکھ روپے)

رابطہ

061 - 4511961
0300-6326621

ترسیل زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان
بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

الداعی الی الخیر

ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

نزلہ، زکام، گلے کی خراش اور کھانسی!

Take No Tension

Take Sualin

with TOOT SIYAH efficacy

ہمدرد

بیماری اور بیمار پرسی کی مسنون دعائیں

1. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس وقت ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآؤُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

"دور کر تکلیف اے خلقت کے پروردگار اور شفا بخش تو ہی شفا دینے والا ہے۔ نہیں ہے شفا مگر آپ ہی کی طرف سے ایسی شفا دے کہ کسی قسم کی بیماری نہ چھوڑے۔" (مشکوۃ باب عیادۃ المریض فصل اول)

2. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار کے پاس تشریف لے جاتے تو اس طرح اس کی تسلی فرماتے۔

لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْشَآءَ اللّٰهُ ۔ "کوئی حرج نہیں یہ بیماری تجھے گناہوں سے پاک کریگی۔" (بخاری ومسلم)

3. رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو یہ ارشاد فرمایا کہ مریض مقام درد پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ بسم اللہ کہے، پھر سات مرتبہ مندرجہ ذیل دعاء پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے درد دور ہو جائے گا۔

اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَآ اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔ (مشکوۃ باب عیادۃ المریض فصل اول)

"میں پناہ لیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے غلبے اور اس کی قدرت کی ہر اُس تکلیف سے جسے میں پاتا ہوں اور جس کا مجھے آئندہ اندیشہ ہے۔"

4. بیماری میں مبتلا مریض کو دیکھ کر یہ دعا پڑھنے والا تندرست شخص اس بیماری میں مبتلا نہ ہوگا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا۔ (ترمذی)

"سب تعریفیں اس اللہ کی جس نے مجھے بچایا اس بیماری سے جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی۔"

5. جو کوئی چھینک کے بعد یہ کہا کرے تو اس کو دانت اور کان کے درد سے بچاؤ رہے گا۔ (حصن حصین ص ۲۶۳ و تحفۃ الذاکرین ص ۲۳۸)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ مَّا كَانَ "سب تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے ہر حالت پر جیسی بھی ہو۔"

6. پھلبہری، کوڑھ، پاگل پن اور تمام بری بیماریوں سے شفاء کے لئے یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُذَامِ وَالْجُنُوْنِ وَمِنْ سَيِّئِ الْاَسْقَامِ۔

"اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں پھلبہری، کوڑھ، پاگل پن اور تمام بری بیماریوں سے۔" (ابوداؤد)

7. زہریلے جانور، ہر نقصان اور ہر بیماری سے حفاظت کے لئے یہ دعا پڑھیں:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ (مسلم)

"میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔"

8. بیماری سے بچنے کے لئے یہ دعا پڑھیں: وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۔ (شعراء: ۸۰) "اور میں جب بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفاء دیتا ہے۔"

9. دوا کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اس یقین کے ساتھ پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے انشاء اللہ جلد شفا ہوگی۔

مرتبہ مولانا محمد امین معلم اسلامیات Tel:041-8814908

دعاؤں کے طالب

CARE کئیر
PHARMACY فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
Head Office: Canal View, Lahore